بسم الله الرحمن الرحیم

دانشگاه مجازی المصطفی

علمی- تحقیقی ششماہی مجلّہ

انجمن علمی قرآن اور حدیث (اردو)

ذکروفکر

سال سوئم شمارہ ۴ ستمبر ۲۰۲۳ (صفر ۱۴۴۵)

المصطفیٰ ورچوئل یونیورسٹی

پیشکش: شعبہ قرآن اور حدیث _ شعبہ تحقیق

سرپرست: ڈاکٹر سعید ارجمندفر

چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر جابر محمدی

اڈیٹر: ڈاکٹر سید محمد علی عون نقوی

اجرائی مدیر: عون علی جاڑوی

خط وکتابت: قم، خیابان ساحلی جنوبی، نزد مصلی قدس، پل ۱۹ دی

پوسٹ کوڈ: ۳۷۱۳۹۱۳۵۵۴

ٹیلیفون/فکس: ۳۲۱۱۴۱۸۵_۳۲۶۱۳۸۷۵

تعداد: الکٹرانک

تعداد صفحات: ۱۵۳

Web: *mou.ir/ur*

مجلس تحریر

علی محمد نقوی	رکن علمی بورڈ علیگڑھ یونیورسٹی (ہندوستان)
ماہرخ مرزا	چانسلر معین الدین چشتی یونیورسٹی (ہندوستان)
زاہد علی زاہدی	رکن علمی بورڈ کراچی یونیورسٹی (پاکستان)
سید محمد علی عون نقوی	رکن علمی بورڈ جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ، (ہندوستان)
جابر محمدی	استاد المصطفیٰ ورچوئل یونیورسٹی (پاکستان)
عون علی جاڑوی	استاد المصطفیٰ ورچوئل یونیورسٹی (پاکستان)
ثروت رضوی	ISI علمی تحقیقی مجلّہ (پاکستان)

ڈپٹی ریسرچ جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ

کی طرف سے

اس مجلّہ کی سطح، طلباء کی علمی انجمنوں سے مختص

علمی جریدہ کے طور پر معین کی گئی ہے۔

اس مجلّہ کے لئے مقالہ لکھنے کے رہنما اصول

۱۔ مقالہ میں درج ذیل موارد کا ہونا ضروری ہے:
عنوان، خلاصہ، کلیدی کلمات، مقدمہ، موضوع کی وضاحت (یعنی تحقیق کا اصلی سوال)، تحقیق کے نظریاتی مبانی (یعنی کلیدی کلمات کی وضاحت)، تحقیق کی روش، مقالہ کی تحریر، نتیجہ گیری، منابع کی فہرست

۲۔ صرف ایسے مقالات کو مجلّہ میں قبول کیا جائے گا جو پہلے کسی بھی جریدے میں نہ چھپے ہوں۔ اور مصنف اس مقالے کو کہیں دوسری جگہ چھاپنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔

۳۔ مقالہ میں تحریر شدہ مطالب کی علمی اور حقوقی طور پر تمامتر ذمہ داری خود مصنف پر عائد ہو گی۔

۴۔ مجلّہ کو مکمل حق ہے کہ وہ مقالے کو قبول یا رد کردے۔

۵۔ مقالہ کو چھاپنے کے بارے میں آخری فیصلہ مجلس ادارت کی سفارشات کے مطابق، چیف ایڈیٹر کو ہوگا۔

۶۔ مقالہ کم از کم ۷ صفحات اور زیادہ سے زیادہ ۳۰ صفحات پر مشتمل ہو سکتا ہے۔ (ہر صفحہ = ۲۵۰ الفاظ)

۷۔ اس مجلے کے مطالب کو مصدر کا تذکرہ کرتے ہوئے نقل کیا جا سکتا ہے۔

۸۔ مقالہ کی تحریر میں "علوی نستعلیق" کا فونٹ سائز ۱۴ استعمال کرنا ہوگا۔

۹۔ آخر میں منابع کی فہرست کو حروف الفباء کی ترتیب سے (حسب ذیل) مرتب کیا جائے گا:
اگر کتاب ہو تو: پہلے مصنف کا خاندانی نام، پھر مصنف کا اصلی نام، (کتاب کے نشر ہونے کا سال) **کتاب کا نام** "بولڈ فونٹ"۔ مترجم کا نام (اگر ترجمہ ہے)، چھاپ کا نمبر، مقام نشر، ناشر۔
اگر مقالہ ہو تو: پہلے مصنف کا خاندانی نام، پھر مصنف کا اصلی نام، (مقالہ کے نشر ہونے کا سال) **مقالے کا نام** "بولڈ فونٹ"۔ جریدے کا نمبر، جریدہ کے صفحوں کی تعداد۔

۱۰۔ خود تحریر میں منابع کے لیے ارجاعات: مصنف کا نام، نشر کا سال، صفحہ نمبر (توجہ رہے: فٹ نوٹ یعنی صفحہ کے نیچے نہیں بلکہ متن کے اندر ہی بریکٹ کے درمیان چھوٹے فونٹ سے لکھا جائے گا)

۱۱۔ صرف خاص موارد جیسا کہ مخصوص الفاظ کی انگلش میں معادل اصطلاح، یا الفاظ کی تشریح یا کسی چیز کی اضافی وضاحت کو فٹ نوٹ (اسی صفحے کے نیچے) لایا جا سکتا ہے۔

۱۲۔ مقالہ نگار کو چاہئے کہ اپنا مقالہ مجلے کی ای میل پر ارسال کرنے کے ساتھ ساتھ، اپنا علمی، اور تحصیلی تعارف بھی ارسال کرے۔

۱۳۔ مقالہ کے چھپنے کے بعد مجلے کا دفتر اس بات کا پابند ہے کہ اس مجلّہ کا ایک الکٹرانک نسخہ مقالہ نگار کو اس کے ای میل پر ارسال کرے۔

۱۴۔ مجلے کا ای میل ایڈریس: zikrofikrmag@gmail.com

فہرست مقالات

اداریہ... ۸

سورہ حجرات کی اخلاقی تعلیمات اور اُس کے موجودہ معاشرے پر اثرات ۱۱
سیدہ معصومہ حسین، ڈاکٹر سید محمد علی عون نقوی

ڈپٹی حافظ نذیر احمد اور مولانا سید فرمان علی کا ترجمہ قرآن ۷۱
دانیال محزونؔ

تفسیر نمونہ اور تفسیر تفسیر الدر المنثور کا تعارف اور تبصرہ ۸۵
سیدہ ناظرہ کاظمی

تفسیر نمونہ اور تفسیر منشور جاوید کا تعارف.. ۱۰۹
سید عمران علی غضنفر نقوی، استاد ڈاکٹر جابر محمدی

اداریہ

حاضر شمارہ پیش خدمت ہے جس کا ابتدائی مضمون سورہ حجرات سے متعلق ہے سورہ حجرات انسانی نفسیات کے مطابق کردار سازی کے لیے ایک اہم سورہ ہے یوں تو تمام قرآن ہی انسان کے لیے ایک مکمل ضابطۂ حیات اور زندگی کا منشور ہے کیونکہ پروردکار اس اشرف مخلوق کو اوجِ کمال پر دیکھنا چاہتا ہے یعنی کامیاب اور فائز دیکھنا چاہتا ہے، یورپ کی نشات ثانیہ کے دوران مذاہب اور سائنس متصادم رہے ہیں علوم کے بارے میں قرآن کا اپنا نظریہ جو کہ لاریب ہے

الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ. (آلِ عمران ٦٠ : ٣)

"یہ اصل حقیقت ہے جو تمہارے رب کی طرف سے بتائی جا رہی ہے اور تم ان لوگوں میں شامل نہ ہو جو اس میں شک کرتے ہیں"

علوم بشریات میں سے کسی بھی علم کا کوئی تجربہ، مشاہدہ، تحقیق یا انکشاف ایسا نہیں ہے جو حقائق قرآنی کو رد کر سکے بلکہ سائنس و دیگر علوم کی ترقی کے ساتھ ہر سامنے آنے والی جدید تحقیق نے کتابِ ہدایت کی سچائی کو ثابت کیا ہے قرآن میں جو باتیں چودہ سو برس قبل بیان کی گئی تھیں آج وہ ثابت ہو رہی ہیں اور جیسے جیسے علومِ بشریات میں اضافہ ہوگا ہر نیا انکشاف قرآن کی سچائی پر گواہی دے گا۔

علومِ بشریات میں نفسیات دیگر سائنسی علوم کے مقابلے میں نیا علم ہے جس کا آغاز تعلیمی فلسفی گیگل سے ہوتا ہے اور انہوں نے ہی اپنی ۱۹۵۰ میں شائع ہونے والی تصنیف میں کیا، شروع میں علم نفسیات کو فلسفے کی ایک شاخ کے طور پر دیکھا جاتا رہا اور اسے فلسفہ ذہن کہا جاتا تھا جبکہ قدیم ترین ثقافتوں میں بھی روح انسانی، دماغ و عقلِ انسانی اور ان کی ماہیتوں پر بحث اور قیاس آرائیاں جاری تھیں۔

اس ضمن میں اگر ہم اسلامی تعلیمات کو اور بالخصوص قرآن کو دیکھتے ہیں تو سورہ یسین کی آیت " وَ كُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمامٍ مُبِينٍ "کے مصداق ہمیں علم کے تمام شعبوں کی طرح انسانی نفسیات کی گرہیں بھی کتابِ حکمت و بلاغت میں کھلتی نظر آتی ہیں، انسانی جسم کی ہیئتِ ترکیبی، اس کی ماہیتِ عقل اور اس کے وجود کی ساخت کا تقاضا ہے کہ اس کی ہدایت کا سامان مہیا ہوتا رہے اسی لیے کتاب ہدایت اس مخلوقِ اشرف کے لیے نازل کی گئی ہے۔

موجودہ صدی میں جبکہ علم نفسیات کی بھی ان گنت شاخیں وجود میں آچکی ہیں لیکن اکثر ماہرین نفسیات کی فکر فقط انسانی جسم کے حیاتیاتی تقاضوں تک ہی پہنچ سکی ہے روحانی تقاضے نظر انداز کیے گئے ہیں جبکہ انسانی نفسیات کا تعلق براہِ راست روح سے اور عقل سے ہے فقط جسم سے نہیں اور بقول مولانا مودودی "روح سے مراد یہاں وہ زندگی نہیں ہے جس کے سبب جسم کی مشین کی حرکت پذیری کا سبب ہے بلکہ اس سے مراد وہ خاص جوہر ہے جو فکر و شعور، عقل و تمیز اور فیصلہ و اختیار کا حامل ہوتا ہے"

نفسیات کی روشنی میں نفسِ انسانی کی مختلف کیفیتوں کو بھی نام دیے جا چکے ہیں جن کی روشنی میں کیفیت کے حامل انسان کی شخصیت کو بھی مختلف نام دے دیا جاتا ہے مثلا نارکسس، ٹاکسس یا کیفیات کو، ٹروما، اسٹریس، انزایٹی وغیرہ وغیرہ

ساتھ ہی ان گنت نفسیاتی بیماریاں اور عارضے وجود میں آچکے ہیں بنیادی طور پر اگر دیکھا جائے تو ان تمام کا تعلق قلب انسانی کی کیفیت سے ہے، حال سے ہے، روح سے اور عقل سے ہے، قلب کیا ہے، عقل کیا ہے، عقل دماغ نہیں ہے، کیفیت ہے سٹیٹ آف مائنڈ ہے، اور اسی کو کامل رکھنے کے لیے پروردگار حقیقی نے کتاب وحکمت میں راستے بتا دیے ہیں اور فرامین معصومین علیہم السلام میں ان کی تفصیل موجود ہے۔

ان تمام کیفیات کا ابتدائی علاج بلاشبہ ذکرِ اللہ ہے کہ انسانی روحانیت کی طرف متوجہ ہو اور اللہ سے اپنے رابطے کو بحال کرے قرآن نے اس امر کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے

أَلا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ "اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو سکون پہنچتا ہے۔

قرآن وہ کتاب ہے جس میں قیامت تک کے لیے حیاتِ انسانی کا منشور موجود ہے اور یہ اسی لیے رہتی دنیا تک کتابِ ہدایت ہے کہ اسے انسانی عقل فہم اور قلب و نفس کے لیے ہی اتارا گیا ہے کہ انسان اسے سمجھ کر اپنی زندگی کا لائحہ عمل طے کرے اور فلاح پاسکے اور اسی لیے انسانی نفسیات کے عین مطابق اس کتاب کو ضابطۂ تحریر میں لایا گیا ہے بلکہ نازل کیا گیا ہے۔

انسان کی فطرت ہے کہ وہ بار بار دہرائی جانے والی باتوں کو یاد رکھتا ہے اور مشق کرتا ہے، جن باتوں کو بالخصوص پروردگار باور کرانا چاہتا ہے ان کی تکرار مختلف صورتوں میں ہمیں نظر آتی ہے۔

حاضر شمارے میں پہلا مضمون جو کہ سورہ حجرات سے متعلق ہے انسان کی اخلاقی نفسیات کے تمام پہلو ہمیں اس سورہ میں ملیں گے، سورہ بنی اسرائیل میں بھی انسانی اجتماعی نفسیات کے تمام تر پہلو موجود ہیں اگر اس موضوع پر تحقیق کی جائے تو انسان کی اجتماعی نفسیات سیر حاصل مقالہ ضابطہ تحریر میں لایا جاسکتا ہے

اداریہ اختصار کا متقاضی ہے اور قرآن اور انسانی نفسیات ایک وسیع موضوع ہے انشااللہ اس پر کوشش ہوگی کہ ایک مکمل مقالہ پیش کیا جائے۔

سورہ حجرات کی اخلاقی تعلیمات اور اُس کے موجودہ معاشرے پر اثرات

تحریر: سیدہ معصومہ حسین

استاد: ڈاکٹر سید محمد علی عون نقوی

خلاصہ

قرآن ہر زمین اور ہر زمانے کے انسانوں کے لئے روشن چراغ اور دستورِ العمل ہے۔ اسلامی حکومت میں تشکیل پائے جانے والا مثالی معاشرہ قرآن کے اُصول اور قوانین پر استوار ہوگا۔ جن میں عدل وانصاف، احسان، توکل، حسنِ اخلاق اور وحدت سرِ فہرست ہیں۔ سورہ حجرات میں خداوندِ کریم نے انہی مضامین کا احاطہ کیا ہے۔ پیغمبرؐ سے مربوط اور اسلامی معاشرے میں ایک دوسرے سے تعلق کے بارے میں بہت سے اہم مسائل بیان ہوئے ہیں۔ اس سورہ میں اہم اخلاقی مسائل کو بھی عنوان بنایا گیا ہے۔ اور اُن کا موجودہ معاشرے سے کوئی ربط تلاش کرنے کے لیے نقلی، میدانی اور تجزیاتی روش تحقیق کو اختیار کیا گیا ہے۔

اس سورۃ کے نمایاں موضوعات میں پیغمبرِ اکرمؐ کی معرفت سے متعلق آیات ہیں۔ آپؐ کا احترام، آپؐ کی رائے کا احترام اور آپؐ کی رائے کو اپنی رائے پر مقدم جاننا۔ اپنی آواز کو بصد احترام اُنؐ کی آواز سے نیچا رکھنا، آپس کے اختلافی مسائل اور اُن کے فیصلے میں پیغمبرِ اکرم کے فیصلے کو مقدم جاننا، تقویٰ اور متقیوں کی خصوصیات، مسلمان اور مومن میں فرق کو نمایاں کرنا ہے۔ سورہ حجرات میں اُنہی نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے جو انفرادی خامیوں سے شروع ہو کر پورے معاشرے کی

بربادی کا سبب بنتے ہیں۔ جن میں حسد، غیبت، تمسخر اڑانا، تکبر، بدگمانی وغیرہ شامل ہیں۔ آج ضرورت ہے کہ موجودہ نسل کو اِن خطرات سے آگاہ کیا جائے اور انہیں آنے والے حالات کے مقابلے کے لئے ذہنی، جسمانی، عملی اور تعلیمی طور پر تیار کیا جائے تا کہ وہ زمانے کے طاغوت کا مقابلہ کر سکیں اسی طرح سورہ کے آخری حصہ میں تمام عالمِ ہستی کے پوشیدہ اِسرار اور انسانوں کے اعمال سے خدا کے علم و آگاہی کے بارے میں گفتگو کرنا ہے اور اپنی زندگیوں کو نورِ محمدؐ و آلِ محمدؐ سے منور کر سکیں اور تعلیماتِ قرآنی کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ یہی اِس دنیاوی اور اُخروی زندگی میں کامیابی کی دلیل ہے۔

کلیدی الفاظ: سورہ حجرات، معاشرہ، اخلاق، تعظیمِ رہبر، غیبت، حسد، تکبر

مسلۂ کا بیان:

یہ زمانہ جس سے ہم آجکل گزر رہے ہیں غیر معمولی حالات کا شکار ہے۔ ہر ملک اور قوم عجیب کشمکش کا شکار ہے۔ اس طرح عالم انسانی کے بیشتر حصہ نے وہ تمام اخلاقی اوصاف فراموش کر دیئے گئے ہیں جو انسانیت کو درجہ کمال تک پہچانے کا سبب بنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تہذیب و ثقافت روبہ زوال ہے اور اس کی وجہ اُن اخلاقی تعلیمات سے دُوری ہے جو قرآن کے توسط سے ہم تک پہنچی

۔

جب معاشرہ انفرادی خامیوں کا شکار ہو جائے تو اجتماعی خرابیاں ابھر کر سامنے آ جاتی ہیں۔ اور وہ پورے معاشرے کی تنزلی کا باعث قرار پاتی ہیں۔ سورہ حجرات میں اُنہی نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے جو انفرادی خامیوں سے شروع ہو کر پورے معاشرے کی بربادی کا سبب بنتے ہیں۔ آج ضرورت ہے کہ موجودہ نسل کو اِن خطرات سے آگاہ کیا جائے اور انہیں آنے والے حالات کے مقابلے کے لئے ذہنی، جسمانی، عملی اور تعلیمی طور پر تیار کیا جائے۔

مقدمہ

یہ کائنات جو ہمارے ارد گرد پھیلی ہوئی ہے ایک حکیمانہ مشیت سے ارضِ وجود میں آئی ہے۔ اِس کائنات کا صرف ایک ہی محور و مرکز ہے ذاتِ پروردگار، وہی خالق ہے اور تمام مخلوق کو اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اُس ذاتِ بابرکت کی تمام مخلوقات میں انسان کو ایک خاص شرف و بزرگی حاصل ہے۔ مگر ربِ جلیل نے اِس اشرف المخلوقات کے کاندھوں پر ایک خاص ذمہ داری کا بوجھ بھی ڈالا ہے کہ وہ نہ صرف اپنی بلکہ معاشرے کی تکمیل و تربیت اور اصلاح کا بھی ذمہ دار ہے۔ اللہ نے انسان کو احسن تقویم پر عقل و بصیرت دے کر پیدا کیا ہے۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ خداوند تعالیٰ نے ہر دور میں انسانوں کی رشد و ہدایت کیلئے انبیا کرام بھیجے، کتابیں نازل فرمائیں مگر انسان ایک عرصے کے بعد اِن تعلیمات کو فراموش کرتا آیا ہے یہاں تک کہ پیغمبرِ اکرمؐ اِس دنیا میں تشریف لائے۔ آپؐ کی ذات تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے مکمل نمونہ قرار پائی اور آپؐ کی تعلیمات دُنیائے عالم کے لئے چراغِ راہ اور بقائے حیاتِ انسانی کیلئے سفینۂ نجات ہے۔

انسانوں کو جہالت کی تاریکی سے نکال کر روشنی میں لانے کا کام تمام انبیا کرام نے سرانجام دیا مگر پیغمبرِ اسلام کی خصوصیت یہ ہے کہ آپؐ صرف ایک قوم اور ایک زمانے کے لئے نبیؑ، ہادیؑ یا رہنما مبعوث نہیں ہوئے بلکہ خداوندِ عالم نے آپؐ کی ذاتِ مبارک کو رہتی دُنیا تک کُل کائنات کے لئے ہادی و رہبر مقرر کیا اور قرآن پاک کی صورت میں اسلامی تعلیمات کا ایک جامع نظامِ عمل دُنیا کو دیا کہ جس کی روشنی سے یہ تمام عالم تا ابد روشن رہے گا۔ جس کی تعلیمات سے انسان آگاہ ہوتا ہے کہ اِس دُنیا کا خالق و مالک خدا ہے۔ تمام حقیقی عظمتیں اور رفعتیں اُسی کو زیب دیتی ہیں۔ خُدا کی وحدانیت کا اقرار اِنسان کی سوچ اور عمل دونوں کو حق کے راستے پر گامزن رکھتا ہے۔

انسان ایک معاشرتی مخلوق ہے۔ اِس دُنیا میں زندگی گزارنے کے لئے اُسے دوسرے افراد کے ساتھ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اِس دنیا میں زندگی گزارنے کا ضابطہ اخلاق ہمیں خداوند کریم نے قرآن پاک کی صورت میں اور نبیؐ اکرم کے وسیلہ سے مہیا کیا۔ بعثتِ نبیِ اکرم خداوندِ عالم کی عظیم ترین نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے اور اس نعمت کی تفسیر میں آپؐ کی تین اہم زمہ داریاں کچھ اس طرح سے فرمائی ہے۔

۱۔ آیاتِ خداوندی کی تلاوت (يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ)

۲۔ تزکیہ اور تربیت (وَيُزَكِّيهِمْ)

۳۔ کتاب و حکمت کی تعلیم (وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ)

آپؐ کی ذاتِ بابرکت کو تمام انسانیت کے لئے نمونہ اخلاق بنا کر پیش کیا۔ نبیؐ اکرم اور آئمہ کرام کی زندگی ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔ ہماری اُس دُنیا میں گزاری ہوئی زندگی کا ہر لمحہ آخرت کے لئے ایک سنگِ میل ہے۔خداوندِ عالم نے جزا اور سزا کا نظام قائم کرکے ہمیں اِس مادی دنیا میں محتاط زندگی گزارنے کا درس دیا کہ ہر عمل کا حساب اُخروی زندگی میں دینا ہو گا۔ وہاں کی کامیابی کا دارومدار اس فانی دنیا میں گزاری ہوئی زندگی پر منحصر ہے۔ یہ دنیا ایک امتحان گاہ ہے جس میں کامیابی وہی حاصل کرے گا جو معرفتِ خدا ، معرفتِ رسولؐ اور معرفتِ امامؑ سے خود کو سرفراز کرے گا۔

حدیث بنوی ہے کہ ''قد جئتکم بخیر الدنیا والاٰخرۃ'''' میں تمھارے پاس دنیا اور آخرت کی بہتری لے کر آیا ہوں۔ ''

اور یہ قرآن ہدایت ہے پوری انسانیت کے لئے ، مومنوں کے لئے ، متقین کے لئے ، احسان کرنے والوں کے لئے ۔ یہ کتاب اپنے مضامین میں مفصل بھی ہے اور محکم بھی۔ اِس کتاب کے ذریعے سے انسان تاریکیوں سے نور کی طرف لے جائے جاتے ہیں۔ یہ کتاب نصیحت آموز بھی ہے ، خوشخبری دینے والی بھی ہے اور انداز بھی قرآن مجید اس کائنات کی وہ واحد کتاب ہے جو زبان و مکان کی قید سے آزاد ہے۔

ایک صالح اور نیک معاشرے کے قیام کے لیے صالح قانون کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اور وہ قانون خداوندِ کریم نے قرآنِ پاک کی صورت میں اپنے بندوں کی رہنمائی کے لیے نازل فرمایا۔ قرآن ہر

زمین اور ہر زمانے کے انسانوں کے لئے روشن چراغ اور دستورِ العمل ہے۔امام علیؑ نہج البلاغہ خطبہ (۱۹۸) میں قرآن کی حقیقت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ انسان کے ایمان کی اصل قرآن ہی ہے۔آپؑ لوگوں سے بیعت لیتے وقت اس بات کی جانب اشارہ کرتے ہیں کہ اسلامی حکومت میں تشکیل پائے جانے والا مثالی معاشرہ قرآن کے اُصول اور قوانین پر استوار ہوگا۔ سورہ حجرات میں خداوندِ کریم نے انہی مضامین کا احاطہ کیا ہے۔اس سورہ میں ۱۸ سے زیادہ آیات نہیں ہیں۔ پیغمبرؐ سے مربوط اور اسلامی معاشرے میں ایک دوسرے سے تعلق کے بارے میں بہت سے اہم مسائل بیان ہوئے ہیں اور چونکہ اس سورہ میں اہم اخلاقی مسائل کو عنوان بنایا گیا ہے لہٰذا اس سورہ کو '' سورہ اخلاق و آداب '' بھی کہا جاسکتا ہے

اس سورۃ کے نمایاں موضوعات میں پیغمبرِ اکرمؐ کی معرفت سے متعلق آیات ہیں۔آپؐ کا احترام، آپؐ کی رائے کا احترام اور آپؐ کی رائے کو اپنی رائے پر مقدم جاننا۔اپنی آواز کو بصد احترام اُنؐ کی آواز سے نیچا رکھنا، آپس کے اختلافی مسائل اور اُن کے فیصلے میں پیغمبرِ اکرم کے فیصلے کو مقدم جاننا، تقویٰ اور متقیوں کی خصوصیات، مسلمان اور مومن میں فرق کو نمایاں کرنا ہے۔اسی طرح سورہ کے آخری حصہ میں تمام عالمِ ہستی کے پوشیدہ اِسرار اور انسانوں کے اعمال سے خدا کے علم و آگاہی کے بارے میں گفتگو کرنا ہے۔

یہ زمانہ جس سے ہم آجکل گزر رہے ہیں غیر معمولی حالات کا شکار ہے۔زندگی کا دریا اپنی تغیانی پر ہے۔ہر ملک اور قوم عجیب کشمکش کا شکار ہے۔اس طرح عالم انسانی کا بیشتر حصہ میں وہ تمام اخلاقی اوصاف بھلادیئے ہیں جو فراموش کردیئے گئے ہیں جو انسانیت کو درجہ کمال تک پہچانے کا سبب بنتے

ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تہذیب و ثقافت روبہ زوال ہے اور اس کی وجہ اُن اخلاقی تعلیمات سے دُوری ہے جو قرآن کے توسط سے ہم تک پہنچی۔

جب معاشرہ انفرادی خامیوں کا شکار ہو جائے تو اجتماعی خرابیاں ابھر کر سامنے آ جاتی ہیں۔ اور وہ پورے معاشرے کی تنزلی کا باعث قرار پاتی ہیں۔ سورہ حجرات میں اُنہی نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے جو انفرادی خامیوں سے شروع ہو کر پورے معاشرے کی بربادی کا سبب بنتے ہیں۔ آج ضرورت ہے کہ موجودہ نسل کو اِن خطرات سے آگاہ کیا جائے اور انہیں آنے والے حالات کے مقابلے کے لئے ذہنی، جسمانی، عملی اور تعلیمی طور پر تیار کیا جائے تاکہ وہ زمانے کے طاغوت کا مقابلہ کر سکیں اور اپنی زندگیوں کو نورِ محمدؐ و آلِ محمدؐ سے منور کر سکیں اور تعلیماتِ قرآنی کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ یہی اِس دنیاوی اور اُخروی زندگی میں کامیابی کی دلیل ہے۔

ا۔ توصیف سورۂ حجرات

سورۃ حجرات ۱۸ آیات پر مشتمل ایک مدنی سورۃ ہے۔ اپنے مضامین کے اعتبار سے سورۃ الحجرات ایک عظیم سورۃ ہے۔ اس میں نہ صرف بہت سے اہم معاشرتی مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے بلکہ اُن کے سدِ باب پر بھی گفتگو کی گئی ہے۔ یہ سورۃ نہ صرف بلند، بااخلاق معاشرے کے اوصاف کی نشاندہی کرتی ہے بلکہ وہ اُصول اور قوانین بھی متعین کرتی ہے جس کے تحت ایک بلند پایہ معاشرتی معرضِ وجود میں آتا ہے۔ وہ طرزِ زندگی یقین کرتی ہے، وہ اخلاقی اُصول و ضوابط وضع کرتی ہے جن پر عمل کرکے افراد معاشرے کی بنیاد رکھتے ہیں اور الہیٰ معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

ایسے افراد جو ظاہر و باطن میں مرضیٔ رب کے مطابق معاشرے کی حدود کا خیال رکھتے ہوئے زندگی بسر کرتے ہیں۔ جن کا شعور اور قوانین ہم آہنگ ہوں۔ معاشرے کی ترقی اور اُن کے دائرہ ممنوعات کے درمیان توازن ہو اور ہر عمل کا مطمع نظر اللہ کی رضا ہو۔ یہ معاشرہ ایک فرد کی سوچ کے تابع نہ ہو بلکہ معاشرتی ادارے اور افراد ہدایاتِ ربانی کی روشنی میں اپنا اپنا کردار ادا کرتے نظر آئیں اور یہ ہدایات حاصل ہوتی ہیں معظم رہبر سے۔اسلام، انسان کی ہدایت ورہنمائی اور اُس کی دُنیا وآخرت کی سرخروئی کے لیے خدا کے پسندیدہ دین کے طور پر نازل ہوا اور ہدایات کا سرچشمہ قرآن وسنت قرار پائے۔ رسالت کے ابتدائی دُور کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ وہ جہالت کا دُور تھا۔ اخلاقی و معاشرتی اقدار کا فقدان تھا۔قرآن مجید ایک خاص ماحول اور تمدن میں نازل ہوا اس لیے اس خاص ماحول اور تمدن کے واقفیت نہ صرف قرآنی آیات اور زندگی کے حقائق کے بارے میں قرآن کے نقطہ نظر کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ بلکہ اس کے ذریعے ہم پر عصرِ نزول کے لوگوں کا فہم بھی واضح ہوتا چلا جاتا ہے۔

قرآن کریم، زندگی کی حقیقتوں کے بیان پر توجہ دلاتا ہے۔ سورۃ حجرات میں بھی نہ صرف بہت سے اہم معاشرتی مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے بلکہ اُن کے سدِ باب پر بھی گفتگو کی گئی ہے۔ان مسائل میں ایک اہم مسئلہ اخلاق سے متعلق ہے۔ لہٰذا اس سورۃ کو "سورۃِ اخلاق وآداب" بھی کہا جاسکتا ہے۔

رہبر سے گفتگو کے آداب ہوں یا اُن کی رائے کو اپنی رائے اور اپنی ذات پر فوقیت دینے کی بات ۔قرآن کریم خصوصاً سورۃ حجرات کا انداز اور مقصد ایک ایسا بااخلاق، مومن، پرہیزگار اور باشعور

معاشرہ کا وجود قیام میں لانا ہے۔ جس کے افراد اپنی ذمہ داریوں سے بخوبی آشنا ہوں نہ صرف انہی انفرادی ذمہ داریوں سے بلکہ اپنی اجتماعی ذمہ داریوں کے متعلق بھی مکمل آگاہی رکھتے ہوں۔

۲۔سورہ حجرات کے بنیادی مضامین

سورہ حجرات مدنی سورہ ہے اوراِس کی ۱۸آیات ہیں۔اِس سورہ میں بہت سے اخلاقی اور معاشرتی مسائل کو زیرِ غور لایا گیا ہے۔ پیغمبرؐ اسلام کی زندگی اور آداب، اسلامی معاشرے میں ایک دوسرے سے تعلقات قائم رکھنے کے بارے میں کیا کیااقدام ہونے چاہیےاور کیا کیا معاشرتی خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔اُن خرابیوں کی نشاندہی کی گئ ہے۔اس سورہ کو مجموعی طور پر پانچ حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱ء۲پہلا حصّہ : تعظیمِ رہبر

کسی بھی معاشرے کی بقاکادارومداراِس معاشرے کے رہنماپر ہوتا ہے۔انسان بغیر رہبر و رہنما کے اس شخص کی مانند ہوتا ہے جو کسی تاریک بیابان میں اندھیری رات میں بھٹک گیا ہو اور دور دور تک روشنی دکھائی نہ دے جس سے وہ راہنمائی پا کر منزلِ مقصود تک پہنچ سکے۔ رہنما جتنا قابلِ اعتماد ، قابلِ احترام ہوگا معاشرہ بھی اِنہی روایات واقدار میں اُتنا ہی قابلِ احترام تصور کیا جائے گا۔اسلامی معاشرے کی سب سے اہم اور نمایاں کڑی خاتم النبین سرورِ کونین سیدالانبیا حضرت محمدؐ کی ذاتِ گرامی ہے۔آپؐ کی ذات تمام کائنات اور نوعِ انسانی کیلئے نمونہ عمل ہے قرآن مجید میں بارہااس کا

تذکرہ ہوا ہے۔ اِس سورہ کے پہلے حصہ میں بنی اکرمؐ کی ذات کو اپنی ذات ہر اِن کی رائے کو اپنی رائے پر فوقیت دینے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اور اسلامی آداب و احکامات بیان کیئے گئے ہیں۔

وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیم ۔

''بے شک آپؐ اِخلاق کے عظیم مرتبے پر فائز ہیں۔''

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا

''بتحقیق تمھارے لئے اللہ کے رسولؐ میں بہترین نمونہ ہے۔ ہر اِس شخص کے لئے جو اللہ سے آخرت کی اُمید رکھتا ہو اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو۔''

اِس ہستی کی زندگی کا ہر پہلو نورانی اور مثالی ہے۔ انسانوں کی تربیت کے لئے عظیم نمونہ ہے۔ اِس ہستی کی رفتار اور کردار کا سیکھنا اِسلام کے مقاصد کو درک کرنے کے لئے سب سے مطمئن وسیلہ ہے۔ عقیدہ توحید کا تقاضہ ہے کہ خاتم الانبیا کا اِن کے شایانِ شان احترام کیا جائے کیونکہ آپؐ اللہ تبارک و تعالٰی کے نمائندہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالٰی نے سورہ حجرات کے آغاز میں ''ادبِ رسولؐ'' کے تقاضوں کو بیان فرمایا ہے اور اُمتِ اسلامیہ کو حکم دیا ہے کہ وہ خدا اور اُس کے رسول سے کسی طور بھی آگے بڑھنے کی جسارت نہ کریں۔ اپنی آواز کو رسولِ خدا کی آواز سے بُلند نہ ہونے دیں۔

اِس بات کی سخت ممانعت کی گئی ہے کہ آپؐ کو اِس طرح سے نہ بُلائیں جس طرح سے وہ ایک دُوسرے سے مُخاطب ہوتے ہیں یا ایک دُوسرے کو پُکارتے ہیں۔ نبی اکرمؐ کا احترام ہر حال میں ملحوظِ خاطر رہنا چاہیے۔ اِس سورہ کے آغاز میں خداوندِ کریم نبی اکرمؐ کے احترام کے سلسلے میں کو احکامات صادر فرماتا ہے اُنہیں دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

پہلا حصّہ: خدا اور رسولؐ پر کسی چیز میں سبقت نہ کرنا۔

دوسرا حصّہ: پیغمبرؐ کی بارگاہ میں شور و غوغا اور چیخ وپُکار نہ کرنا۔

انسانی فطرت ہے کہ جب کسی کی رائے سے اختلاف ہو تو آوازیں خود بخود بلند ہو جاتی ہیں اور بحث و مباحثہ میں الفاظ کے چناو، لہجہ کی برہمی سے رہبرِ اعظم کی بے ادبی ہو سکتی ہے۔ خداوندِ کریم نے ایمان لانے والوں کو خبردار کیا ہے کہ تمھاری اُونچی آوازیں اور تمھارے لہجے کی تلخی آپس میں کہیں تمھارے اعمال ضائع ہونے کا سبب نہ بن جائیں۔ یہاں خداوندِ کریم معرفتِ رسولِؐ مقبول کروا رہا ہے کہ آپؐ کی ذات کا احترام، آپؐ کی ذات کی موجودگی کس قدر ضروری ہے اور اِس خصوصیات کو خداوندِ عالم نے تقویٰ کا معیار قرار دیا ہے اور اُن کے لئے اجرِ عظیم رکھا ہے۔

خداوندِ عالم نہ صرف انسانوں کو خبردار کر رہا ہے کہ کون سے اعمال بے ادبی رسولِؐ خدا کا باعث بن سکتے ہیں بلکہ انہیں بتا رہا ہے کہ صبر کر لینا اپنی آوازیں نیچی رکھنا یہ ادب کے مراحل میں سے ہیں۔

قرآن مجید میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا

''مسلمانوں ! خبردار رسولؐ کواِس طرح نہ پکارا کرو جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو''۔

اصولی طور پر دین ادب کا ایک مجموعہ ہے۔ خدا کے سامنے سر بسجود ہونا ادب کی علامت پیغمبرؐ اکرم کے سامنے اپنی رائے اور ذات کو فوقیت نہ دینا ادب کی نشانی، آئمہ کرام کی زندگی کے آداب واطوار سے رہنمائی حاصل کرنا۔ اساتذہ کے سامنے علم کے سمندر سے کوزہ بھرتے ہوئے شکر گزاری کا احساس کرنا، والدین کے سامنے آواز نیچی رکھنا اوراُن کی رائے کو اہمیت دینا سب اسلامی ادب و آداب کے تقاضے ہیں جو انسان پورا کرتا ہےاور خداوندِ کریم سے جزا پاتا ہے

مولائے کائنات فرماتے ہیں کہ۔

''الادب حلل المجددة''

۲ء۲دوسرا حصّہ : خبر کی تصدیق کی اہمیت

سورہ کا دوسرا حصّہ اک بہت اہم معاشرتی مسئلہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ جب کوئی خبر لانے والا''عادل'' یا''قابلِ اعتماد'' نہ ہو تو خبر کی تصدیق کرنی بہت ضروری ہے۔ یہاں خداوندِ عالم کردارِ انسانی کی اہمیت کا احساس دلانا چاہتا ہے۔ سورۂ حجرات کے دوسرے حصے کی شانِ نزول پر نگاہ دوڑائیں تو دو روایات ملتی ہیں۔ایک ولید بن عقبہ کے بارے میں جس کی وجہ سے ایک جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی اور خداوند کریم آیات نازل فرمائی۔اور دوسری روایت ''ماریہ قبطی'' کے

بارے میں جس کے کردار کشی کی لوگوں نے کوشش کی مگر خداوند کریم نے اُس کا دامن الزام سے مبرا قرار دیا۔

علما علم اصول کے ایک نے خبر واحد کی حجیت پرِاس آیت سے استدلال کیا ہے۔آیت کہتی ہے کہ ''فاسق'' کی خبر میں تحقیق وتلاش لازمی و ضروری ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ ''شخصِ عادل'' خبر سے تو اُسے بغیر تحقیق کے قبول کیا جاسکتا ہے۔لیکن اِس استدلال پر بھی بہت سے اعتراضات ہوئے ہیں جو بہت غور طلب ہے۔علما حق کے مطابق یہ آیت اُن محکم آیات میں سے ہے جو خبرِ واحد کی حجیت ہر یہاں تک کہ ''موضوعات'' میں بھی دلالت کرتی ہے

موجودہ حالات کے پیشِ نظر بھی یہ آیت بہت اہمیت کی حامل ہے۔خبر کسی بھی ذرائع سے پہنچے مگراِس کا بااعتماد ہونا بہت ضروری ہے۔سورۃ میں آگے چل کر بیان ہوتا ہے کہن اپنی بات اور اپنی رائے منوانے کے لئے رسول اکرمؐ پر زور مت دیں، دباو نہ ڈالا جائے کیونکہ رہبرؐ بیشک سب سے زیادہ علم رکھتا ہے۔دباو ڈال کر خود اپنا ہی نقصان کروا سکتے ہیں۔

مومنین پر خدا کی ایک عظیم نعمت جس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہو رہا ہے وہ ایمان کی دولت ہے۔اور کوئی مسلمان تب تک مومن نہیں ہو سکتا جبتک اس کے دل میں ایمان داخل نہ ہو جائے۔اور ایمان کی پہلی منزل خدا اور اس کے رسولؐ کی پیروی ہے اطاعتِ رب اور اطاعتِ رسولؐ تقاضہ کرتی ہے کہ مومنین آپؐ کی ذاتِ مبارکہ کو اپنی ذات پر آپؐ کی رائے کو اپنی رائے پر آپؐ کے ہر فیصلے کو اپنے ہر فیصلے پر مقدم جانیں۔

۲ء۳ تیسرا حصّہ: اختلافات کو ختم کرنا

آپس کے اختلافات، لڑائی جھگڑے اور ناچاقی انسانی معاشرے کو کمزور بنا دیتی ہے۔ سورہ کے تیسرا حصہ میں اِسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ صلح جوئی اور انصاف خدا کے نزدیک پسندیدہ اعمال ہیں۔

اسلام جہاں کتاب و سنت کی روشنی میں عقائد کی پختگی، ہر عبادت کو بجالانے کی طرف رغبت دلاتا ہے وہاں اعلیٰ اخلاقی اقدار کی اہمیت کو بھی اجاگر کرتا ہے۔ قرآن کے موضوعات میں جہاں حقوق اللہ اور حقوق العباد کو مدِ نظر رکھا گیا ہے وہیں خداوند متعال نے انسانوں کی توجہ بہت سی ایسی خامیوں کی طرف بھی دلائی ہے جو معاشرے کے بگاڑ کا سبب بنتی ہیں جن میں غیبت، تکبر، نسب پر فخر، کسی کا استہزا کرنا اور آپس کے اختلافات شامل ہیں۔ سورہ حجرات میں اِن معاشرتی برائیوں کی طرف توجہ مبذول کروائی ہے جن سے معاشرہ اخلاقی قدروں کو کھو دیتا ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں ۔'' اے مومنوں ! آپس میں پیار و محبت کے ساتھ شیر و شکر بن کر رہو۔ ''

قرآن کریم میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے

''انما المومنین اخوة فاعلو بین اخویکم"

'' مومنین ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان صلح و صفائی قائم رکھو۔ ''

ایک اور جگہ قرآن پاک ہی میں ارشادِ ربانی ہوتا ہے۔'

'فَاتَّقُوْ اللهُ وَ اَصْلِعُوْذَاتَ بَيْنِكُم

" لہٰذا تم لوگ اللہ سے ڈرو اور آپس میں اصلاح کرو۔"

مومنین کے درمیان محبت اور بھائی چارہ ایمان ،لازمی جزو ہے۔ ایک دوسرے سے اختلاف اور جھگڑا، قطع تعلق انسان کو صلہ رحمی سے دُور لے جاتا ہے اور خُدا کی ناراضگی کی سبب بنتا ہے۔

حدیثِ نبویؐ ہے۔

'' اَلمَا اُخبِرُکَ وَأَدُ لَّکَ عَلَی صَدَوَۃِ یُجَّھَا اللهُ وَرَسُولُہ؟تُصِلحُ بَیْنَ النَّاسِ اِذَا تَفَا سَدُوْ اَتَبَا عَدُوْاً ''

''کیا تمہیں اس صدقہ کی خبر نہ دوں اور اس صدقہ کی طرف رہنمائی نہ کروں جیسے خدا اور رسولؐ پسند کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اگر لوگوں میں اختلاف اور دُوری پیدا ہو جائے تو اُن کے درمیان مصالحت ''صلح صفائی کروادو''۔

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے۔

''صَدَقَۃُ یُھِبُّاَ اللهُ اِصْلَاحُ بِینَ الناسِ اذا تَفَا صَدُوْا تَقَارُبٌ بَیْنَھُم اِذَا تَبَا عَدُوْا ''

''جو صدقہ خُدا کو پسند ہے وہ یہ ہے کہ جب لوگوں میں جھگڑا ہو جائے تو صلح کرادی جائے اور جب ان کے درمیان دوریاں پیدا ہو جائیں تو قربت پیدا کر دی جائے''۔

آئمہ طاہرینؑ کے نزدیک مومنین کے درمیان مصالحت کرانے کی اس قدر اہمیت تھی کہ امام جعفر صادقؑ نے اپنے چاہنے والوں کے اختلافات دُور کرانے کی خاطر ایک رقم مخصوص کر رکھی تھی اور جناب مفضلؒ کو تاکید تھی کہ جب تم ہمارے شیعوں کے درمیان کوئی اختلاف دیکھنا تو میرے مال کے ذریعہ اُس کو رفع دفع کرا دینا۔

نجاساتِ ظاہری کے متعلق تو سب کو معلوم ہے قرآنِ مجید میں جگہ بہ جگہ خداوندِ کریم ہماری توجہ نجاساتِ باطنی کی طرف مبذول کرواتا ہے۔ اگر بدن اور لباس کو پاک صاف رکھنا اہم ہے تو دل جو مورودِ نظرِ خدا ہے کو پاک اور شفاف رکھنا تو اور بھی ضروری ہے۔

۲ء۴ چوتھا حصّہ: اسلامی معاشرے کے اخلاقی رذائل

چونکہ قرآن مجید اِس سورہ میں اِسلامی معاشرے کو اخلاقی معیاروں کی بنیاد پر تعمیر کرنا چاہتا ہے لہٰذا ایک دوسرے کا مذاق اُڑانا، غیبت، تجسّس اور ایک دوسرے کو بُرے القابات سے یاد کرنے کو منع فرمایا ہے کیونکہ اِن عادات کے نتیجے میں بدگمانی اور برائی جنم لیتی ہے جو کہ معاشرے کی اخلاقی اقدار کے خلاف ہے۔

اِن اللہَ یَنظرُ اِلیٰ قلوب، کم لا اِلیٰ صورکم۔ " اللہ تعالیٰ کی نظر تمہارے قلوب کی طرف ہے نہ کہ تمہاری صورت کی طرف۔ " اس آیت میں واضح طور پر طہارتِ قلبی کی تاکید کی گئ ہے۔ اور طہارتِ باطنی صرف ممکن ہے اپنے گناہوں پر نادم ہونے سے۔ یہ تبھی ہو سکتا ہے جب ہم نجاساتِ ظاہری و نجاساتِ باطنی سے مکمل طور پر آگاہ ہوں۔ تکبر، فخر، غرور، حسد، کینہ، غیبت،

بہتان، جھوٹ یہ سب نجاساتِ باطنی ہیں۔ ان سب کا شمار گناہانِ کبیرہ میں ہوتا ہے۔ اسلام میں ہر اُس بات سے منع کیا گیا ہے جس سے دلوں میں دُوریاں پیدا ہو جائیں۔ کدُورتیں جنم لیں، سورۃ حجرات میں ہی آیات آگے چل کہ مزید خامیوں کی نشاندہی کرتی ہیں جن میں ایک دوسرے کا تمسخر اُڑانا ہے۔ ایک دوسرے کو بُرے بُرے القابات سے مخاطب کرنا، خود کو بندگانِ خدا سے بزرگ سمجھنا اور اپنے مقابل کو پست و حقیر جاننا سرِ فہرست ہیں کہ اس طرح کی باتیں تکبر کا احساس دلاتی ہیں۔ تکبر کہ جو خداوند بقائی کے نزدیک ایک بہت ناپسندیدہ عمل ہے۔ اگر دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو تو بارگاہِ عزوجل میں اُس کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ امیر المومنین علی ابنِ ابی طالبؑ نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں۔

"خداوند تعالیٰ تکبر کرنے والے بشر کو جنت میں کیسے جگہ دے گا جبکہ تکبر والے فرشتے کو بہشت سے نکال دیا۔"

ہوائے نفس بھی خدا پرستی کے مقابل نجاست ہے۔ نفس ترقی و بلندی کی صلاحیت بھی رکھتا ہے اور زوال و ناکامی کے اسباب بھی۔ رُشد و کمال کی صلاحیت بھی رکھتا ہے اور زوال و تباہی کی طاقت بھی۔ انسان کا تکامل قربِ الہیٰ میں چھپا ہوا ہے اور وہ تبھی ممکن ہے جب وہ اپنی ذات پر ذاتِ الہیٰ کو ترجیح دے۔ مسخر اُڑانے سے دلوں میں رنجش بڑھتی ہیں اور بعض اوقات معاملہ لڑائی پر ختم ہوتا ہے۔ جبکہ ایک مومن دوستی بھی خدا کے لیے کرتا ہے اور دشمنی بھی خدا ہی کے لیے کرتا ہے۔ اسلام کسی نسلی تفاخر کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام میں نژاد پرستی کی کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ

مختلف قومیں اور قبیلے ان کے لئے تعارف کا ایک ذریعہ ہیں۔ اللہ کی نظر میں محترم وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے متقی ہے۔

اسلام کا اجتماعی نظام معاشرت اور طرز زندگی کچھ خاص اخلاقی قدروں اور اُصولوں پر مبنی ہے۔ اگر اِن اخلاقی تعداد و عادات کا خیال ملحوظ خاطر نہ رکھا جائے تو نہ صرف معاشرے کا امن وسکون تباہ وبرباد ہو سکتا ہے بلکہ انسان کی خانگی زندگی میں انتشار کا شکار ہو سکتی ہے۔ ایک دوسرے کے لئے دلوں میں کجی، غلط فہمی اور کدورت پیدا ہو سکتی ہے۔

۱،۴،۲ غیبت

اسلام میں غیبت بزرگ ترین گناہان کبیرہ میں شمار ہوتی ہے۔ پیغمبر اکرمؐ نے ایک روایت کے مطابق غیبت کو زنا سے بدتر قرار دیا ہے۔ کیونکہ جو مردِ زانی توبہ کرتا ہے تو خدا اُس کی توبہ قبول فرماتا ہے مگر غیبت کرنے والے کو خدا اُس وقت تک نہیں بخشتا جب تک کہ وہ شخص نہ بخشے جِس کی اُس نے غیبت کی ہے۔ غیبت کرنا صرف زبان پر ہی منحصر نہیں بلکہ وہ طریقہ گفتگو کہ غیر کا نقص سمجھ میں آئے اُس کا شمار بھی غیبت میں ہی ہو گا خواہ وہ قول، فعل، اشارہ، ایماء، رمزیا تحریر سے کی جائے ۔ سورۃ حجرات میں خداوند تعالیٰ نے انہی عادات کی نشاندہی کی ہے۔ ان میں سے ایک دوسرے کے بارے میں برا گمان کرنا ہے۔

خود قرآن پاک میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ ”یا ایھا الذین اٰمنو اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ“ اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے اپنے آپ کو بچاؤ“۔

''غیبت'' سے مراد کسی کی عدم موجودگی میں اسکی بُرائی کرنا ہے۔ لیکن شریعت اور علم اخلاق کی رو سے غیبت سے مراد ہے ''کسی مومن بھائی کی عدم موجودگی میں اس کے نقائص اور عیوب کو اس طرح بیان کرنا کہ اگر وہ اُنہیں سُن لے تو اُسے بُرا لگے''۔

خداوند عالم اس عادت سے کتنا ناراض اور غضب ناک ہوتا ہے اس بات کا اندازہ اس آیت سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

''وَلَا يَغْتَبُ بَعْضُكُمْ بَعضًا اَيُحِبُّ اَحُد كُمْ انْ يَا كُلَ لَعْمَ أَخِيْهِ مَئتًا فَكَرِ هُتُمُو ة''

ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے''

سورۃ ھمزہ میں کہا گیا ہے ''ویل لکل ھمزۃ لمزۃ''

تفسیر مجمع البیان من بیان ہوتا ہے یہ جملہ خدا کی طرف سے ہر غیبت کرنے والے اور اُس چغل خور کیلئے عذاب کا وعدہ ہے جو دوستوں میں تفرقہ ڈالتا ہے۔'' خداوند کریم ستار العیوب ہے اور اپنے بندوں میں بھی اسی خوبی کا عکس دیکھنا پسند کرتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے۔ ''غیبت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کرے جسے خدا نے چھُپا رکھا ہے۔''

امام جعفر صادقؑ ہی سے روایت ہے ''الغيبۃُ حَرامَ عَلىٰ كُلِ مُسْلمٍَ وَأَنِهَا لَتَاكُلُ اْلعَنَسَاتِ كَمَا تَا كُلْ النَّارُ الحَطَبَ'' ''ہر مسلمان ہر غیبت حرام ہے جس طرح آگ لکڑی

کو کھا جاتی ہے اسی طرح غیبت انسان کی نیکیوں کو کھا جاتی ہے۔ غیبت انسان کے ایمان کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ نہ صرف دُنیاوی زندگی متاثر ہوتی ہے بلکہ آخرت میں بھی دردناک عذاب کا سبب بنتی ہے۔

حدیثِ رسولِ مقبولؐ ہے کہ "جو شخص کسی مومن کو کسی کے پاس ذلیل کرے اور وہ اُس کی یاری کر سکتا ہو مگر نہ کرے تو خدا قیامت میں اُسے ذلیل کرے گا اور جو شخص اپنے برادر کی غیبت کو رَد کرے اور اُس کی آبرو کی حفاظت کرے تو خداوندِ عالم پر حق ہے کہ قیامت میں اُس کی آبرو کی حفاظت کرے۔ "

۲ء۴ء۲ حسن ظن

ارشادِ نبوی ہوتا ہے۔

''ظنوا بالمومنین خیرا'' "اہل ایمان کے بارے میں اچھا گمان کیا کرو۔ ''

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"اِفضَلُ الورَعِ حُسنُ الظَّنِّ " "تقوی کا بلند ترین مرتبہ حسن ظن ہے۔"

امیر المومنینؑ نہج البلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

''ضع امر اخیک علی احسنہ "'' یعنی اپنے بھائی کے کسی بھی معاملہ کو اچھے عمل پر معمول کرو۔ ''

۲ء۴ء۳ تجسّس

ایک اور بُری عادت جس کی طرف سورۃ حجرات میں اشارہ ہوا ہے تجسّس ''ولَا تَجَسَّسُوا'' لوگوں کے عیب مت تلاش کرو۔ دوسروں کے کاموں میں تجسس نہ کرو۔ اس تجسس سے مُراد دوسروں کی زندگی کے اُمور کے بارے میں مداخلت اور اُن کی خامیوں کی تلاش ہے۔ دوسروں کے عقائد اور اسرار میں تجسّس کرنے سے دشمنی و عداوت پیدا ہوتی ہے۔ حدیثِ مبارکہ ہے کہ جو شخص دوسروں کی لغزش میں تجسّس کرتا ہے۔ خداوندِ عالم اس کی لغزش کی جستجو کرے گا اور جس کی لغزش کی جستجو خداوندِ عالم کرے یقیناً رسوائی اُس کا مقدر ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا :

"تَتَبَّعُ الْعُيُوبِ مِنْ اَقْبَحِ الْعُيُوبِ وَ شَرِّ السَّيِّاتِ"

"دوسرے لوگوں کے عیب میں تجسّس کرنا بدترین گناہوں میں سے ہے"

ایک اور جگہ آپؑ ہی سے روایت ہے کہ جو دوسروں کے مخفی عیبوں میں تجسّس کرتا ہے خدا اُسے لوگوں کی دوستی سے محروم کر دیتا ہے۔

۲ء۵ پانچواں حصہ۔ تقویٰ کی فضیلت

سورہ کا پانچواں حصہ میں سارے انسانی معاشرے سے خطاب کیا گیا ہے۔ مومن کی بہترین صفت '' تقویٰ'' پر بحث کی گئی ہے۔ تقویٰ جو قُربِ خداوندی کا باعث ہے۔ انسان صرف اسلام لانے سے مومن نہیں بن جاتا بلکہ مومنیت کی پہچان اطاعتِ پروردگار اور اطاعتِ رسولؐ ہے۔ اور یہی تقویٰ کی منزل ہے۔

خالقِ کائنات نے انسان کو روح و بدن سے مرکب عقلِ سلیم اور قوتِ گویائی کی نعمات سے سرفراز کیا۔ اور اسی وجہ سے وہ تمام موجوداتِ عالم میں ممتاز قرار پایا۔ جس طرح بدن کو اپنے ہی اعضاء کی تقویت و نشو نما کے لیے مناسب خوراک کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح روح کو بلندی اور تکامل کے لیے زہد و تقویٰ سے ملبوس ہو کر تفکر و تدبّر کے میدان میں اُترنا پڑتا ہے۔ روحانی تسکین اور معرفت کی بلندیوں سے فیض یاب ہونے کے لیے آیاتِ قرآنی پر غور و فکر کرنا، اس کے رموز و حقائق کو سمجھنا اور فرموداتِ الٰہی پر عمل پیرا ہو کر اپنی زندگی گزارنا آخرت کی کامیابی کا باعث ہے۔

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ حدیث نبویؐ ہے ''جو شخص چاہتا ہے کہ وہ تمام لوگوں سے افضل و اکرم ہو جائے تو وہ تقویٰ اختیار کرلے اور جو شخص چاہتا ہے کہ تمام لوگوں سے زیادہ متقی بن جائے تو وہ اللہ پر توکل کرے۔'' لہٰذا خدا پر توکل اور بھروسہ کے ذریعے ہی انسان حقیقی بے نیازی اور ابدیت کی منزل مُراد کے حُصول کو ممکن بنا سکتا ہے۔

سورہ آلِ عمران میں ربِ ذالجلال تقویٰ اور ایمان میں ربط پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتا ہے۔

"فَاٰمِنُوْ بِاللهِ وَ رُسُلِهِ وَ اِنْ تُوْ مِنُوْ وَ تَتَّقُوْ ا فَلَكُمْ اَجر عَظِيْم"

"اگر تم ایمان لاؤاور تقویٰ اختیار کرو تو تمہارے لیے بہت بڑا اور بھاری اجر ہے۔

تقویٰ کی بلندی دیکھنی ہو تو امام حسینؑ کے اِن الفاظ تو دیکھیں جو یومِ عرفہ اپنی دُعا میں بارگاہ رب العزت میں عرض کرتے ہیں۔

''مَاذاوجَدَ مَنْ فَقَدَکَ،وَمَااَّ لَّذِیُ فَقَدَمَنْ وَجَدَکَ ''

"پروردگار اُس نے کیا پایا جس نے تجھے کھو دیا ہے اور اُس نے کیا کھویا ہے جس نے تجھے پا لیا ہے۔"

یہ الفاظ احساس دلا رہے ہیں کہ جو خداوند عالم سے وابستہ رہے گا وہ کمال کی طرف رواں دواں رہ کر بے نیازی کی اس منزل پر پہنچ جائے گا جہاں اُسے کسی کمی اور نقص کا احساس نہ ہوگا۔ "

جب ہمیں اپنی منزل کا علم ہوگیا اور اب راستہ کا تعین کرنا باقی ہے اور اُس راستے کی طرف خود خداوند عالم رہنمائی فرما رہا ہے۔

''ضَمَنْ کَانَ یُر جُوا لِعَاءَرَبہِ فَلْیَعْمَلْ عَمَلاً مَیالحاً وَلأُشرِکُ بِعَبادَۃِ رَبہِ اَحَدًا ''

"جو بھی اپنے رب کی ملاقات کا اُمیدوار ہے اُسے چاہیے کہ عمل صالح کرے اور کسی کو اپنے پروردگار کی عبادت میں شریک نہ بنائے۔ "

تقویٰ کا معیار عبادت الہیٰ اور عمل صالح کو قرار دیا گیا ہے۔ مگر عمل صالح اور عبادت کا دائرہ کار صرف واجبات کی ادائیگی تک محدود نہیں رکھا گیا بلکہ ایثار و محبت، صلہ رحمی، حسنِ اِخلاق، بھائی چارہ اور اسی طرح کے بہت سے اعمال سب قرب خداودی کا سبب بنتے ہیں۔ یہی وہ انسانی اقدار ہیں جن پر کاربند ہو کر انسان تقویٰ کی منازل طے کرتا ہے۔

سورۃ حجرات کی آخری آیات میں اسلام اور مومنیت کے فرق کو واضح کیا گیا ہے اور وہ ہی ہے۔ زبان سے خدا کی واحدانیت کا اقرار انسان کو اسلام میں داخل تو کر دیتا ہے۔ مگر دل سے خدا اُس کے رسول ہر ایمان لانا اور اطاعتِ پروردگار و اطاعت نبی کریمؐ اُسے مومنیت کے درجے پر پہنچا دیتی ہے اور ہی تقویٰ کی منزل ہے۔امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے۔ ’’ایمان تو اسلام کے ساتھ شریک ہے لیکن اسلام ایمان کے ساتھ شریک نہیں ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہر مومن مسلمان ہے لیکن ہر مسلمان مومن نہیں ہے ‘‘

سورۃ حجرات کی اختتامی آیت ''اِن اللہ یعلم غیب السماوات والارض واللہ بصیر بما تعملون'' "خدا آسمانوں اور زمینوں کے عیب کو جانتا ہے اور جو عمل بھی تم انجام دیتے ہو۔ اُنہیں دیکھتا ہے. " انسان کو اس بات کا احساس دلاتی ہیں کہ ہمارا ہر عمل ہمہ وقت خدا، اُس کے رسولؐ اور آئمہ کرام کے سامنے پیش ہوتا ہے۔ خداوند تعالیٰ سمیع وبصیر ہے وہ ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ ہمارے قریب ہے اور یہی قربت کا احساس ہمیں اس کی اطاعت کا لطف عطا کرتا ہے۔

’’یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّاَ خَلَقنٰکُمْ مِنْ ذکَرِوَّ اُنثّی وَجَعلنکُمْ شُعُو باً وَّ قَبَائِلَ لِتَعارَفُوْط اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَا اللہِ اَتَقَکُم ط اِنَّ اللہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ‘‘

''اے لوگوں ! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے خلق کیا اور تمہارے قبلے اور کنبے بنادیے ہیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ لیکن تم میں سے زیادہ محترم ومکرم اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے اور اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے''

اسلام مساوات کا درس دیتا ہے مگر معیار فضیلت حسب ونسب، رنگ، ونسل، قومیت، زبان، علاقہ نہیں بلکہ تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔ یہ وہی کمال ہے جس کی طرف اسلام نے تمام انسانوں کو دعوت دی ہے۔ یعنی ''قرب الٰہی'' اور ''مرضی رب'' کے حُصول کی کوشش۔ خالق کائنات قادرِ مطلق ہے، علیم ہے حکیم ہے۔ نسلوں میں، حسبِ ونسب میں، زبان میں، خطوں میں غرض کہ ہر جگہ اختلاف پیدا کرکے اس نے اس دُنیا کو رنگوں سے معمور کیا مگر برتری کا احساس صرف اُسے ہی زیبا دیتا ہے جو خالقِ کل کائنات ہے۔ اور جو اپنے نفس کو اطاعت پروردگار اور حبیب کبریاؐ میں درجہ کمال تک پہنچادے اُس کے لیے یہی تقویٰ کی منزل ہے اور وہی اُسے دنیا و آخرت میں کامیاب کرے گی۔

۳۔ معاشرہ کی تعریف اور مفہوم

تاریخ گواہ ہے کہ انسان نے آغازِ خلقت ہی سے تنہائی سے گریز کیا اور زندگی گزارنے کے لیے ساتھ کی تلاش میں رہا۔ انفرادی زندگی سے زیادہ اجتماعی زندگی گزارنے کو ترجیح دی۔ اور یہ بات فطرت نے اُس کو ودیعت کی تھی۔ کائنات کی ہر چیز جوڑے کی صورت میں تخلیق ہوئی ہے۔ انسان اور کائنات کی تخلیق میں حکیمانہ مقاصد کارفرما ہیں۔ کوئی بھی چیز بے جا اور عبث نہیں پیدا کی گئی۔

انسان فطرتاً اجتماعیت پسند ہے کیونکہ عاطفی، اقتصادی اور ثقافتی ضروریات اُسے اجتماعی اور معاشرتی زندگی گزیرنے پر مجبور کرتی ہیں۔ خاندان، قبیلے، دیہات، شہر، ملک اور قوم یہ تمام اجتماعی و معاشرتی زندگی کے مختلف رنگ ہیں اور معاشرہ انہی اکائیوں سے مربوط ہے۔افراد معاشرتی زندگی میں اپنی مختلف ضروریات کے لیے ایک دوسرے پر انحصار کرتے ہیں۔بسا اوقات ایسے موارد بھی آتے ہیں کہ جن کا تعلق پورے معاشرے سے ہوتا ہے ہر فرد انفرادی طور پر کوئی فیصلہ کرنے کا مجاز نہیں ہوتا۔ہر معاشرے کو کبھی ایسے مسائل درپیش آتے ہیں کہ جن کا حل اجتماعی طور پر مل کر ہی نکالا جا سکتا ہے۔

۴۔ تشکیل معاشرہ کے اصول

تاریخ گواہ ہے کرۂ ارض پر جہاں بھی انسانی معاشرہ رہا ہے " ریاست اور حکومت " کا وجود بھی اس کے ہمراہ رہا ہے۔ہر معاشرے نے چاہے وہ جس شکل میں بھی ہو اپنے اجتماعی امور کی تدبیر کے لیے ایک فرد یا چند افراد کو رئیس، حاکم۔ امیر، والی، سلطان اور بادشاہ ایسے مختلف عناوین کے تحت قبول کیا ہے۔ ہر انسانی معاشرے میں ایک یا چند افراد " سیاسی اقدار " کے حامل ہوتے ہیں۔ معاشرے کے اجتماعی اُمور کی تدبیر اور اجتماعی زندگی کے مختلف اُمور کو انجام دینا اُن کی ذمہ داری ہوتی ہے۔اسی تناظر میں حکومت و سیاست اور سیاسی نظام ایک ایک فطری حقیقت ہے۔اسلام جو کہ دینِ فطرت ہے اُس نے بھی اپنے ابتدائی ایام ہی سے حکومتِ نبویؐ کی صورت میں ایک سیاسی نظامِ حکومت قائم کیا اور نفاذِ دین کے لیے اسلامی نظامِ حکومت کو لازم قرار دیا۔ حکومتِ اسلامی کا قیام ہر دور کی اساسی ضرورت ہے۔ اسلامی نظامِ حکومت میں ایسی اقدار، اُصول و ضوابط، اور قوانین

موجود ہیں جو ہر زمانے کے مسائل پر منطبق ہونے اور اُن کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔اسلام دینِ اکمل ہے۔ایک ایسا نظامِ حیات ہے جو انسان کی تمام تر انفرادی و اجتماعی ضروریات و مشکلات کے لیے راہِ حل پیش کرتا ہے۔ اسلام کے سیاسی نظامِ حکومت میں حقِ حاکمیت، حقِ انتصاب، حقِ قانون سازی فقط اور فقط ذاتِ باری تعالیٰ کو حاصل ہے۔وہ "احکم الحاکمین" ہے تو انتخابِ حاکم کا حق بھی یقیناً اُسی کو زیبا ہے۔

۵۔اسلامی معاشرے کی اخلاقی خصوصیات

۵ء۱ تعظیمِ رہبر

قرآن مجید کی متعدد آیات اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ حکومت الٰہی ایک نہایت عظیم نعمتِ خداوندی ہے چونکہ انسانی معاشرے میں نظم وضبط قائم کرنا، اُصولوں پر عملدرآمد کروانا، قانون کی پاسداری کروانا یہ سب حکومت کی ذمہ داریوں کے زُمرے میں آتے ہیں لہٰذا ایک مضبوط حاکمیت کے ساتھ حکومت تشکیل دیے بغیر آزادی، اجتماعی آرام و سکون کا حصول ممکن نہیں ہے۔ ارشادِ خداوندی ہوتا ہے۔

"اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُالزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ"

ترجمہ: "وہ ایسے لوگ ہیں اگر ہم زمین پر انہیں قدرت واقتدار عطا کریں تو وہ نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری انجام دیں گے۔"

اصلاح معاشرہ کے لئے حکومت کا کردار اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ صاحبانِ اقتدار نہ صرف لوگوں کو نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کی تاکید کرتے ہیں بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بھی ذمہ دار ہیں اور یہ تبھی ممکن ہے کہ جب ایک مضبوط حکومت قائم ہو۔ اور ایک مضبوط حکومت کا قیام تقاضا کرتا ہے کہ سربراہ باکردار، عادل اور امین ہو، جو دینی اور دنیوی امور کو منظّم کرے۔ وہ وفود جو آنحضرتؐ مختلف علاقوں میں بھیجتے تھے ان پر کسی کو سربراہ بنا کر اس کی اطاعت و فرمانبرداری واجب و لازمی قرار دیتے تھے۔ اسی طرح حضورؐ نے علاقوں میں جو والی و فرمانروا مقرر فرمائے مثلاً مکہ، یمن، یا اپنی عدم موجودگی میں یا کسی جنگ کو جاتے ہوئے مدینہ میں اپنی نمائندگی سپرد کرکے گئے تو ان کی فرمانبرداری کو واجب قرار دیا۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

"لا يَستَغْنى اَهلُ كُلّ بَلَدِ عَنْ ثَلاثَةٍ يفَرعُ اِليْہ فى اَمْرِ دُنيا هُمْ وَاَخَرِاَتهِمْ،فَانْعُدِ مْوا ذلِکَ كَانْو هَمُجًا فَقِيہْ عالِم وَرِع،وَ آمير خَيرٌ مطاع، وَطَبيب بَصير ثِقَہ"

"ہر شہر کے رہنے والے تین چیزوں سے بے نیاز نہیں تاکہ دینی و دنیوی اُمور میں ان کی پناہ حاصل کریں اور اگر ان (تین چیزوں) سے محروم ہو جائیں تو تباہ ہو جائیں گے۔ (وہ تین چیزیں) فقیہ باعلم و تقوی، اچھا اور قابلِ اطاعت حکمران اور بابصیرت اور قابلِ اعتماد طبیب ہیں"

ارشاد ربانی ہوتا ہے:

"یٰاَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ"

ترجمہ "اے ایمان والو! جب خدا اور رسولؐ تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہاری زندگی کا سبب ہے تو اُن کی دعوت پر لبیک کہو۔"

یہ آیت وضاحت کر رہی ہے کہ اُمت کیلئے کسی ہادی، کسی رہبر کی ضرورت کی کتنی اہمیت ہے اور حکومت الٰہیہ میں ہادی و رہبر ذاتِ نبی اکرمؐ سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے۔ خدا اور رسولؐ کی قضاوت کے سامنے سر جھکانا قانون الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے برابر ہے، اسی لیے قاضی حضرات اپنے احکام صادر کرتے وقت ایک یا چند، قانون مآخذ پر اعتماد کرتے ہیں اور اسی کی بنیاد پر حکم صادر کرتے ہیں۔ اہل ایمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ قوانین الٰہی کے ماخذ پر اعتبار کریں اور اُنہیں اپنی سند قرار دیں۔

۱۔۱۔۵ اطاعتِ رہبر

اس کائنات کا ہر انسان خواہ وہ کسی بھی معاشرے سے تعلق رکھتا ہو یا کسی بھی ماحول کا پروردہ ہو فطرتاً کمال و ترقی کا خواہشمند ہوتا ہے اور اپنے مقصد کے حُصول کو پانے کے لیے ہر طرح کی تکالیف اور سختیوں کا سامنا کر لیتا ہے۔ مگر وہ تب تک اوج کمال تک نہیں پہنچ سکتا جبتکہ وہ اپنے خالق کی معرفت حاصل نہ کرلے۔ اپنے مقصدِ تخلیق کو نہ پالے۔ اپنے مقصدِ حیات سے رُوشنائی حاصل نہ کرلے۔ خالقِ کائنات نے بنی نُوعِ انسان کی ہدایت کے لیے ہر دور میں انبیاء اور رسُول بھیجے جنہوں نے انسان کو متعارف کروایا کہ کائنات میں پائی جانے والی زندگیوں کی پُشت پر مُسلمہ طور پر ایک ہستی موجود ہے اور تمام اشیاء کی خِلقت میں وہی عظیم شعور اور پُر شکوہ ذات کارفرما ہے۔ انسان کے لیے لازمی ہے کہ وہ بلندی کی جانب پرواز کے لیے انبیائے کرام کے فراہم کردہ لائحہ عمل سے رہنمائی حاصل کرے تاکہ کمال، نجات اور کامیابی سے ہمکنار ہوسکے اور یہ لائحہ عمل خداوند کریم نے اپنے حبیب محمد مصطفیؐ کے ذریعے قرآن مجید کی صورت میں ہم تک پہنچایا۔ قرآنِ مجید نے انسانیت کے وقار، آزادی، فلاح اور سلامتی کے لیے جو بھی اعلیٰ اُصول پیش کیے وہ انسانیت کی نجات، آسودگی اور ترقی کے ضامن ثابت ہوئے۔ مگر قرآن جزئیات کی کتاب نہیں ہے بلکہ اُصول اور کلیات کی کتاب ہے۔ اُن اُصولوں کے مطابق عملاً زندگی کی صورت گری کرنا منصبِ نبوت قرار پایا۔ تاکہ دُنیا کو اُس انفرادی سیرت و کردار اور اُس معاشرے اور ریاست کا عملی نمونہ دکھادیں جو قرآن کے دیے ہوئے اُصولوں کی تعبیر و تفسیر ہو۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں جگہ بہ جگہ رہبرِ اعظم نبی معظمؐ کی اطاعت پر زور دیا گیا ہے۔

قرآنِ پاک میں ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا

"اے اہلِ ایمان ! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی ! اطاعت کرو رسولؐ کی اور اپنے اولی الامر کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اگر تمھیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ ایسا کرنا بہتر اور نتیجہ بخش ہے۔"

اُمت کو اطاعتِ رب اور نبی اکرمؐ کا پابند رکھنے کیلئے خداوند کریم نے "اولو الامر" کا تصور معاشرے کو دیا کیونکہ "اولِی الْاَمر" افراد کو حدودِ خداوندی کا پابند بنانے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ حدودِ خداوندی سے تجاویز کرنا معاشرے میں بگاڑ اور فساد کا باعث بنتی ہے۔ "اولِی الْاَمرِ مِنْکُم" سے اہل حل و عقد اور اربابِ اقتدار مراد لینا دُرست نہیں۔ کیونکہ اُن میں جابر و فاسق حکمران بھی ہو سکتے ہیں۔ تاریخ نے ثابت کیا ہے کہ حکمران وقت ، اہل حل و عقد اور اربابِ اقتدار نے اپنی صوابدید پر نہایت اہم اور بنیادی فیصلے صادر کیے اور اپنے فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اقدامات بھی کیے، ان کے فیصلے درست بھی ثابت ہوئے اور غلط بھی ثابت ہوئے۔ نتیجہ احکام الٰہی اور سنتِ نبویؐ میں تبدیلی احکام کی صورت میں ظاہر ہوا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ "اولِی الْاَمرِ مِنْکُم" سے مُراد صرف اور صرف وہ ہستیاں ہیں جو اپنی گفتار و کردار میں معصوم ہوں تبھی واجب الاطاعت ہوں گی۔ اور ان

کی پہچان اور معرفت قرآن و سنت سے بارہا موقعوں پر ملتی ہے۔ اور اِن میں سے ہر ایک کا حکم واجب الاطاعت ہونے کے حوالے سے اپنی جگہ وہی درجہ رکھتا ہے جو خاتم الانبیاء کا ہے۔ ایک اور جگہ اطاعتِ رہبر کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

"وَمَا اَرْسَلْنَامِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّالِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللهِ "

"کوئی پیغمبر ہم نے نہیں بھیجا مگر یہ کہ لوگ خدا کے حکم سے اس کی اطاعت کریں۔"

سورۃ نساء میں ارشاد ربانی ہوتا ہے:

"مَنْ يُطِعِ الرَّ سُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ۔ "

ترجمہ "جو شخص پیغمبر اکرمؐ کی اطاعت کرے اس نے خدا ہی کی اطاعت کی ہے۔"

ان احادیث اور قرآنی آیات کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ چونکہ نبی اکرمؐ نمائندہ پروردگار ہیں اور اپنی طرف سے تو کوئی بات کہتے ہی نہیں بلکہ زبانِ نبوت سے وہی نکلتا ہے جو مرضی پروردگار ہوتی ہے۔ اسی لیے رہبر اعظم نبی اکرمؐ کی اطاعت و فرمان برداری تمام اُمت پر فرض قرار دی گئی ہے کہ آپؐ کی اطاعت دراصل خدا کی اطاعت ہے۔ سورۃ حجرات میں اطاعتِ رہبر کو بہت واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص رہبرِ اعلیٰ پر اپنی رائے کو فوقیت دیتا ہے یا اپنے معاملات میں اللہ اور اُس کے رسولؐ پر سبقت کرتا ہے تو وہ اسلامی مملکت کے نظم و نسق میں خلل ڈالتا ہے اور معاشرے میں انتشار پھلانے کا سبب بن سکتا ہے۔ نتیجۃً اپنے اعمالِ صالح سے ہاتھ دھو سکتا ہے۔

۲ء۱ء۵ اطاعت کے فوائد

مذہب معاشرے کی اساس ہے اور اسلام ایسا مذہب ہے جو ہر لحاظ سے کامل اور اکمل ہے کیونکہ اس مذہب کا بنانے والا خود کامل ہے اس کی ذات ہر اعتبار سے مکمل ہے تو اسی لیے اسلام نے جہاں معاشرے کے حقوق کا خیال رکھا ہے وہاں رہنما کی پیروی کے آداب پر بھی خصوصی توجہ دی ہے اس حوالے سے قرآنِ مجید میں سورہ حجرات میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

آیت: يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو یقینا اللہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے"

تربیتِ افراد اور تربیتِ معاشرہ کی ذمہ داری خداوندِ کریم کی جانب سے رسول ﷺ کو سونپی گئی لہٰذا رسول ﷺ کے حکم سے آگے بڑھنے کا مطلب یقیناً مداخلت فی الدین ہے۔ اللہ اور رسول ﷺ کی رائے کو ہر چیز پر فوقیت حاصل ہے۔

قُلْ اَطِيْعُوْا اللهَ وَ الرَّسُوْلَ ج فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ

ترجمہ: آپ فرما دیں کہ اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو پھر اگر وہ روگردانی کریں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

ہر عہدہ اطاعت کا نیاز مند ہے خصوصا اللہ تعالی نے انبیا کی اطاعت پر بہت زور دیا ہے اور اسے واجب قرار دیا ہے اور بیعت کے ذریعے اسے مضبوط کیا تاکہ ہر ممکن اطاعت ہوسکے کیونکہ دین کا نفاذ اطاعت کے بنا ممکن نہیں اسی لئے اللہ نے اپنی اطاعت کو انبیا کی اطاعت سے جوڑ دیا کہ انکی اطاعت درحقیقت اللہ کی اطاعت ہے سورہ حجرات اس کی بہترین مثال ہے۔آیت نمبر ۲ میں ارشاد پروردگار ہوتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَكُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِىِّ وَ لَا تَجۡهَرُوۡا لَهٗ بِالۡقَوۡلِ كَجَهۡرِ بَعۡضِكُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُكُمۡ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ

اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر نہ کرو اور نہ ان سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، کہیں (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال اکارت جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے آواز نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو۔۔۔۔ایسا نہ ہو تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے۔ "

اپنی آواز نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرنے کے تاکید سے مُراد اطاعتِ رسولؐ ہے، اتباعِ رسولؐ ہے۔اعمال کی قبولیت اطاعتِ پروردگار اور اطاعتِ رسولؐ میں مضمر ہے۔ اسی طرح قرآن میں متعدد مقامات پر اللہ نے اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللهِ ط وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور (اے حبیب) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسولؐ بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ج وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا وہ اسے بہشتوں میں داخل فرما دے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہوں گی، اور جو شخص (اطاعت سے) منہ پھیرے گا وہ اسے دردناک عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

وَمَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

اور جو کچھ رسولؐ تمہیں عطا فرمائیں سو اُسے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں سو (اُس سے) رُک جایا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

انسان جو مسجودِ ملائک ہے کبھی تو بلندی کمال میں وہ مقام حاصل کر لیتا ہے کہ جس کے لیے سورہ فجر :۵۵ پکار کر کہتی ہے "فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ" اس پاکیزہ مقام پر جو صاحبِ اقتدار بادشاہ کی بارگاہ میں ہے۔" وہ پاکیزہ مقام جو کہ خداوندِ متعال کے کمال و قرب کے بلند درجات میں شمار ہوتا

ہے۔اور وہ کمالِ اطاعتِ پروردگار کہ جس کی وجہ سے خود پروردگارِ عالم اپنے بندے کو بہترین خطاب "یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ" "اے اطمینان سے بھرے ہوئے نفس" کہہ کر مخاطب کرتا ہے، جنت کی بشارت سُناتا ہے اور اُسے "احسن تقویم" یعنی بہترین صورت تخلیق کی خلعت عطا فرماتا ہے۔اطاعتِ وربوبیت سے بے بہرہ انسان کبھی اس قدر سقوط و زوال کرتا ہے کہ انسانیت کے پست ترین درجۂ زوال "اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ" (التین: ۵) پر پہنچ جاتا ہے۔اس صورت میں اتنا بے وقعت اور ذلیل ہو جاتا ہے کہ قرآن اُسے "شَرَّالدَّوَآبِّ" "بدترین چوپائے" جیسے پست لقب سے نوازتا ہے۔اِس تمام تر پستی اور بلندی کا راز کس بات میں مضمر ہے یقیناًاطاعتِ پروردگار میں۔اسی لیے قرآنِ پاک پکار پکار کر انسان کو یاد دہانی کرواتا ہے کہ اطاعتِ رب کے ساتھ اطاعتِ رسولؐ اور اطاعتِ اولی الامر ضروری ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ط وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا

اور نہ کسی مومن مرد کو (یہ) حق حاصل ہے اور نہ کسی مومن عورت کو کہ جب اللہ اور اس کا رسولؐ کسی کام کا فیصلہ (یا حکم) فرمادیں تو ان کے لئے اپنے (اس) کام میں (کرنے یا نہ کرنے کا) کوئی اختیار ہو، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ یقینا کھلی گمراہی میں بھٹک گیا۔

اطاعتِ رہبر کیوں ضروری ہے؟اس کا جواب قرآن خود دیتا ہے۔

وہ ہماری آیات تمہارے سامنے تلاوت کرتا ہے۔یتلوا علیکم اٰیتنا

وہ تمہارا تزکیہ نفس کرتا ہے۔ ویزکیکم

وہ تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ ویعلمکم الکتاب والحکمۃ

وہ تمہیں اُس کی تعلیم دیتا ہے جو تم نہیں جانتے۔ ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون

بغیر اطاعتِ رہبر زندگی گزارنا ایسا ہی ہے کہ تیز و تند موجوں پر ایسی کشتی پر سوار ہوں جس کا کوئی ناخدا نہ ہو۔ ایسی کشتی کا صیح و سالم کنارے پر پہنچنا ممکن نہیں۔ مندرجہ بالا آیات رہبر کی انہی ذمہ داریوں کی طرف نشاندہی کر رہی ہیں کہ اگر انسان میں تزکیہ نفس اور پاکیزگی قلب و روح نہ پائی جاتی ہو تو اُس کے تمام اعمال ضائع ہو جائیں۔ رہبر انسان کی اخلاقی تربیت اس طرح سے کرتا ہے کرتا ہے، حق و باطل میں تمیز سکھاتا ہے، معاشرتی زندگی کی اخلاقی اقدار سے روشناس کرواتا ہے۔ رہبر اسے گمراہی سے نکال کر معرفت کی راہ پر گامزن کرے۔ کہ اس کا درجہ علم و دانش بلند ہو جائے۔ اور ہر اخلاقی فضیلت بندے اور اس کے رب کے درمیان ایک تعلق پیدا کرنے کا سبب بنتی ہے۔ آئمہ دین کی ساری زندگی اخلاقی تعلیمات سے مزین تھی اور ہر مقام پر وہ لوگوں کو فضائلِ اخلاق کی دعوت بھی دیتے رہے۔

۲ء۵ عدل

"فَاِنْ فَآءَ تْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللہَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۝"

" پس اگر پلٹ آئے تو پھر انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور عدل کرو۔ بیشک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ " (الحجرات : ۹)

عدل و قسط ظلم و جور کی ضد ہیں۔ قرآنِ پاک جہاں سورۃ حجرات میں زندگی کے اہم ترین مسائل کے بارے میں گفتگو کرتا ہے وہیں زندگی کے اس اہم پہلو " عدل " اور " انصاف " پر بھی گہری نگاہ ڈالتا ہے۔ قرآن میں لفظ عدل اپنے سارے مشتقات کے ساتھ ۲۷ مرتبہ اور لفظ " قسط " مختلف صورتوں میں ۲۳ مرتبہ آیا ہے۔ عدل پر بات کرنے سے پہلے لف " قسط " کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ کبھی یہ مطلق عدل و انصاف کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور کبھی خصوصی طور پر معاشی انصاف کے معنوں میں۔

وَ اَوۡفُوا الۡکَیۡلَ وَ الۡمِیۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ "اور ناپ تول انصاف کے ساتھ کرو۔ "

وَ یٰقَوۡمِ اَوۡفُوا الۡمِکۡیَالَ وَ الۡمِیۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ "اے میری قوم! ناپ تول کا حق انصاف کے ساتھ ادا کرو۔ "

وَ اَقِیۡمُوا الۡوَزۡنَ بِالۡقِسۡطِ وَ لَا تُخۡسِرُوا الۡمِیۡزَانَ "انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور تول میں کم نہ دو۔ "

بعثتِ بنوت اور نزولِ قرآن کا مقصد عدل و انصاف کا قیام تھا۔ دُنیا سے ظلم و جبر کا خاتمہ تھا۔ انصاف کا بول بالا کرنا تھا۔ حق و باطل کی پہچان کروانا تھا۔ سورۃ حدید آیت : ۲۵ میں خداوندِ کریم اسی نقطہ کو واضح کر رہا ہے" لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَیِّنٰتِ وَ اَنۡزَلۡنَا مَعَہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡمِیۡزَانَ

لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ " " ہم نے اپنے انبیاء کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور حق و باطل کی پہچان اور پیمائش کا ذریعہ تا کہ لوگ عدل و انصاف قائم کریں۔" معبوثِ انبیاء کا مقصد ظاہر ہے صرف اقتصادی انصاف کو منظّم کرنا نہیں تھا بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں عدل و انصاف کا قیام کرنا تھا خواہ اُس کا تعلق انسانوں کی انفرادی زندگی سے ہو یا معاشرتی زندگی سے۔ عدل و انصاف ہر ایک انسان کی ضرورت ہے۔اُس پر عمل کرنا اور اُس کی پاسداری کرنا ہر انسان پر فرض ہے۔اور یہی قیامِ عدل ہے۔

قیامِ عدل ایک ایسی پاکیزہ صفت ہے جو انسان کو یقینی طور پر حق گوئی کرنے کی جرات اور ہمت عطا کرتی ہے۔عدل کرنے والا سچ بولنے سے کتراتا نہیں۔ سچی گواہی حوصلہ مانگتی ہے۔قرآنِ پاک اس کا حکمِ مطلق دیتا ہے۔وَلَوْعَلَى اَنْفُسَكُمْ اَوِالْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ خواہ وہ تمہارے والدین و قرابتداروں کے بر خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ایسا نہ ہو کہ قرابتداروں کی محبت فرض پر غالب آ جائے اور تم حق بات سے گریز کرو۔ یہ اُس کا لطف ہے کہ اُس نے انسانی فطرت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے جہاں عدل و انصاف پر زور دیا ہے وہیں انسان کا حوصلہ بھی بڑھایا ہے ۔ حق گو اور انصاف پسند انسان کو اپنی محبت کا یقین دلایا ہے۔اُس سے اَجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔

"اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ "

"اللہ تعالیٰ عدل کا اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔" (النحل: ٩٠)

"وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ "

"اور اگر تم فیصلہ کرو تو ان میں عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، یقیناً اللہ عدل کرنے والوں کے ساتھ محبت رکھتا ہے۔" (المائدہ: ۴۲)

"هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللهَ "

"عدل کیا کرو جو پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے" (المائدہ: ۸)

۳ء۱۵ احسان

قرآنِ مجید ہدایتِ انسانی کا عظیم سرچشمہ ہے۔ انسان معاشرے سے کٹ کر زندگی بسر نہیں کر سکتا مگر کوئی بھی معاشرہ تبھی ترقی کر سکتا ہے جب اُس کے افراد اپنی اپنی ذمہ داریوں سے بخوبی واقف ہوں اور اُنہیں نبھانے کی بھرپور کوشش کرتے ہوں۔ معاشرے میں طبقاتی امتیاز مالی حوالے سے ہو یا کسی بھی طرح سے ہو بعض اوقات افراد کے درمیان ایسی خلیج حائل کر دیتی ہے جس سے معاشرتی توازن برقرار نہیں رہتا اور معاشرہ اخلاقی طور پر تنزلی کا شکار ہوتا چلا جاتا ہے۔ قرآنِ حکیم نے "احسان" یا "انفاق" کی اہمیت پر بہت زور دیا ہے کیونکہ اس کی بدولت معاشرے میں متوازن نظامِ حیات قائم ہوتا ہے۔ احسان سے مُراد نیک برتاؤ، فیاضانہ معاملہ، ہمدردانہ رویہ، رواداری، خوش خلقی، درگزر، باہمی مراعات، ایک دوسرے کا پاس و لحاظ، دوسرے کو اُس کے حق سے کچھ زیادہ دینا اور خود اپنے حق سے کچھ کم پر راضی ہو جانا ہے۔

اَلَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتۡبِعُوۡنَ مَآ اَنۡفَقُوۡا مَنًّا وَّ لَاۤ اَذًى ۙ لَّهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ۚ وَ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَ لَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ

جو لوگ اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر اس کے بعد نہ تو احسان جتاتے ہیں اور نہ ایذا دیتے ہیں ، ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے ان پر نہ تو کچھ خوف ہے نہ وہ اداس ہونگے۔

اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے انسان کے دل میں محبتِ خداوندی بڑھتی ہے، دل میں رب کی عطا کردہ نعمتوں کا احساس اُجاگر ہوتا ہے۔ مگر جہاں خدا نے احسان کرنے والے کے بلند درجات بیان کیے ہیں وہیں اُسے احسان جتا کر تمام اجر و ثواب کے ضائع ہونے سے آگاہ بھی کیا ہے۔ جو لوگ خدا کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں اور بعد میں احسان جتاتے ہیں یا کوئی ایسا کام کرتے ہیں جو اذیت و تکلیف کا باعث ہو تو درحقیقت اس ناپسندیدہ عمل سے اپنا اجر اور صلہ بھی کھو بیٹھتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ

بیشک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

وَ اَنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلۡقُوۡا بِاَيۡدِيۡكُمۡ اِلَى التَّهۡلُكَةِ ۛ وَ اَحۡسِنُوۡا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور سلوک و احسان کرو اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

مندرجہ بالا آیات ظاہر کر رہی ہیں کہ احسان کرنا خدا کو کس قدر محبوب ہے کہ خدا اس خُوبی کو اپنے بندوں میں بدرجہ اتم دیکھنا چاہتا ہے اور اُنہیں کبھی تو اپنی محبت کا حقدار ٹھہراتا ہے اور کبھی اُنہیں اپنے دوست کی منزلت پر فائز فرماتا ہے۔ جس احسان کا قرآن میں بار بار اعادہ کیا جا رہا ہے اس سے مُراد وہ پاکیزہ عمل ہے جس میں رضائے خداوندی کا حصول اور آکرت کا ثواب ملحوظ و مقصود ہو اور کسی قسم کی نفسانی خواہش کی پیروی کا دخل نہ ہو۔ اپنی خواہشات کو خشنودیٔ رب سے منسلک کر دیا جائے۔

وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَ مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَ مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَ سَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ

بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم کے کوئی جاندار نہیں مر سکتا، مُقرّر شُدہ وقت لکھا ہوا ہے، دنیا کی چاہت والوں کو ہم کچھ دنیا دے دیتے ہیں اور آخرت کا ثواب چاہنے والوں کو ہم وہ بھی دیں گے ۔ اور احسان ماننے والوں کو ہم بہت جلد نیک بدلہ دیں گے۔

قرآنِ کریم ایک انتہائی لطیف نکتہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ احسان ماننے والوں کو ہم بہت جلد نیک بدلہ دیں گے۔ جہاں قرآن میں احسان کرنے والوں کے اجر و ثواب کا تذکرہ ہوتا ہے وہیں احسان مند ہونے اور احساسِ شکر گزاری سے لبریز انسان کی جزاء کا ذکر بھی ہے۔ احسان مندی کا اظہار شکر گزاری کے کلمات ادا کرنے کے ساتھ ساتھ دل میں اُس کا احساس بہت ضروری ہے بیشک وہ نیتوں کا حال جانتا ہے۔ اس بناء پر خداوندِ عالم کی عطا کردہ نعمتوں میں سے کسی نعمت کا شکر ادا کرنے سے مراد ہے کہ جب بھی اس نعمت سے استفادہ کیا جائے تو خداوندِ عالم کو یاد کیا جائے،

قلب و زبان سے اس کا ذکر کیا جائے اور نعمت کو اسی مقام پر رکھا جائے جس کا ارادہ خُدائے قُدس نے کیا ہے۔ دُنیا میں کون سی ایسی نعمت ہے جس کا سرچشمہ ذاتِ پروردگار نہ ہو، ہر شے خدا کی عطا کردہ نعمت ہے جس سے اُس نے اپنے بندوں کو نوازا ہے۔ اسے اپنی عطا کردہ نعمتوں کی بابت اور کچھ مقصود نہیں کہ اُنہیں اُن کے صحیح موارد میں استعمال کیا جائے اور اُن کے ذریعے اُس کی بندگی کا حق ادا کیا جائے۔

۴ء۵ توکل

توکل یعنی اپنے تمام اُمور کو خالقِ کائنات کے سپرد کر دینا اور اُس کے لطف و کرم پر اعتماد کرنا۔ "توکل" "وکالت" سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں کسی کو اپنے کام کی انجام دہی میں اپنا وکیل بنانا۔ وکیل جس قدر عالم اور اپنے کام میں ماہر ہو گا انسان اتنا زیادہ ہی مطمن ہو گا۔ چونکہ اللہ کا علم اور اُس کی قدرت لامحدود ہے لہٰذا جب انسان اپنے کاموں میں یا مشکل حالات میں اُس پر توکل کرتا ہے تو نتیجتاً اطمینانِ قلب اور سکون کی دولت سے مالامال ہو جاتا ہے۔ قرآنِ پاک میں خداوندِ رحمان متوکل کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُہُمۡ وَ اِذَا تُلِیَتۡ عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُہٗ زَادَتۡہُمۡ اِیۡمَانًا وَّ عَلٰی رَبِّہِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَ

"بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔"

تاریخ پر نگاہ دوڑائیں تو معلوم ہو گا تمام انبیاء کرام کو اپنی زندگیوں میں بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا پڑا مگر اللہ پر یقین کبھی نہ ڈگمگایا۔ حضرت نوحؑ اللہ پر توکل کرتے ہوئے اپنے سے کئی گنا زیادہ طاقتور دشمن کے سامنے کھڑے ہو کر اُسے للکار رہے ہیں۔ وہ کون سی طاقت تھی جس نے اُنہیں اتنا حوصلہ بخشا یقیناً حضرت نوحؑ کی اس طاقت کا راز اللہ پر اُن کا توکل تھا۔

وَ اتۡلُ عَلَيۡهِمۡ نَبَاَ نُوۡحٍ ۘ اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهٖ يٰقَوۡمِ اِنۡ كَانَ كَبُرَ عَلَيۡكُمۡ مَّقَامِىۡ وَ تَذۡكِيۡرِىۡ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلۡتُ فَاَجۡمِعُوۡۤا اَمۡرَكُمۡ وَ شُرَكَآءَكُمۡ ثُمَّ لَا يَكُنۡ اَمۡرُكُمۡ عَلَيۡكُمۡ غُمَّةً ثُمَّ اقۡضُوۡۤا اِلَىَّ وَ لَا تُنۡظِرُوۡنِ

اور آپ ان کو نوح (علیہ السلام) کا قصہ پڑھ کر سنائیے جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم! اگر تم کو میرا رہنا اور احکام الٰہی کی نصیحت کرنا بھاری معلوم ہوتا ہے تو میرا تو اللہ ہی پر بھروسہ ہے تم اپنی تدبیر معہ اپنے شرکاء کے پختہ کر لو پھر تمہاری تدبیر تمہاری گھٹن کا باعث نہ ہونی چاہیئے پھر میرے ساتھ کر گزرو اور مجھ کو مہلت نہ دو۔

حضرت ہودؑ کو دیکھ لیجیے جب اُن کی بت پرست قوم نے اُنہیں جان سے مارنے کی دھمکی دی تو آپ نے کیا جواب دیا :

اِنِّیۡ تَوَکَّلۡتُ عَلَی اللّٰہِ رَبِّیۡ وَ رَبِّکُمۡ ؕ مَا مِنۡ دَآبَّۃٍ اِلَّا ہُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِہَا ؕ اِنَّ رَبِّیۡ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ

میرا بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہی ہے جو میرا اور تم سب کا پروردگار ہے جتنے بھی پاؤں دھرنے والے ہیں سب کی پیشانی وہی تھامے ہوئے ہے یقیناً میرا رب بالکل صحیح راہ پر ہے۔

جنابِ ھودؑ اپنی بت پرست قوم کی عظیم طاقت سے مرعوب ہوئے بغیر اُن کے سامنے اپنے رب پر توکل کا اظہار کر رہے ہیں۔ جنابِ ابراہیمؑ کے واقع کو ذہن میں تازہ کرتے ہیں قرآن میں آپؑ کے سخت ترین حالات میں اللہ پر توکل کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

اربَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُـقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَارۡ زُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ

اے میرے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد اس بے کھیتی کی وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسائی ہے۔ اے ہمارے پروردگار! یہ اس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے۔ اور انہیں پھلوں کی روزیاں عنایت فرما تاکہ یہ شکر گزاری کریں۔

انسان اپنے شیر خوار بچے اور اپنی اہلیہ کو بے آب و بیابان صحرا میں صرف تبھی تنہا چھوڑ سکتا ہے جب اُس کا پالنے والے پر ایمان لامحدود ہو۔ اطاعتِ رب کائنات کی ہر شے پر فوقیت رکھتی

ہو۔ قرآن کریم میں متعدد جگہ پر خاتم الانبیاء کے توکل بہ اللہ کا ذکر ہوا ہے۔ بعثتِ نبوت کے آغاز سے لے کر اس دنیا سے پردہ فرما جانے تک آپؐ کو بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا پڑا مگر آپؐ صبر و استقامت، ثابت قدمی سے ڈٹے رہے وجہ خدا پر توکل اور پختہ ایمان تھا۔ سورہ التغابن میں خداوندِ کریم مومنوں کو اللہ پر توکل کا حکم دے رہا ہے۔ یعنی مومنین کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اللہ کی ذات پر توکل بھی ہے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ ط وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ

"اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور مومنوں کو اللہ ہی پر توکل رکھنا چاہیئے۔"

سورہ الزمر کے اس فقرے کے مخاطب نبی ﷺ ہیں۔ حضور ﷺ کی دلجوئی فرمائی جارہی ہے کہ جو فرض تم پر عائد کیا گیا ہے اسے اللہ کے بھروسے پر انجام دیں اور دنیا بھر بھی اگر مخالف ہو تو اس کی پروا نہ کریں۔

قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ط عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ

"آپ کہہ دیں کہ اللہ مجھے کافی ہے، توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں۔"

وَّ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ط وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا

"آپ اللہ ہی پر توکل رکھیں، وہ کارسازی کے لئے کافی ہے۔"

ان آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ توکل، اللہ کی معرفت اور اس کی عطا کردہ ہدایت کا ثمر ہے جبکہ شدید مشکلات کے سامنے صبر و حوصلہ سے ثابت قدم رہنا توکل کا ثمر ہے۔

وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا

"اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کرکے ہی رہے گا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔"

آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانوں کی زندگیوں میں توکل کی کیا اہمیت ہے۔ یہ توکل ہی ہے جو انسان کو مشکلات پر قابو پانے کا حوصلہ عطا کرتا ہے، مشکل حالات میں ڈٹے رہنے کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ کسی کام کا نتیجہ توقع کے برخلاف نکل آئے تو اُسے اللہ پر توکل کرتے ہوئے اطمینان قلب کے ساتھ قبول کرنے کا حوصلہ عطا کرتا ہے۔

۵ء۵ حُسنِ اخلاق

"اخلاق"، "خُلق" اور "خَلق" کی جمع ہے۔ "خَلق" انسان کی ظاہری شکل و صورت کو کہتے ہیں جبکہ "خُلق" انسان کی باطنی صفات و خصوصیات کو کہا جاتا ہے۔ اخلاق سے مُراد وہ افعال ہیں جو انسان کے لیے سعادت کا باعث بھی بن سکتے ہیں اور تباہی کا بھی۔ "حُسنِ اخلاق" وہ افعال ہیں جن کی بدولت انسان معاشرے میں اپنی جگہ بناتا ہے۔ جو نہ صرف اِس دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی اُس کی کامیابی کی ضمانت ہیں۔ کیونکہ ہر اچھی اخلاقی صفت اچھے اعمال کا سرچشمہ ہوتی ہے اور ہر بُری اخلاقی صفت برے افعال کا سبب ہوتی ہے۔ رسولِ اللہؐ نے فرمایا کہ میری اُمت میں جنت میں

داخل ہونے والے اکثر صاحبِ تقویٰ اور صاحبِ حُسنِ خُلق ہوں گے۔ ایک اور حادیث میں امام جعفرِ صادق ؑ فرماتے ہیں از روئے ایمان سب سے زیادہ کامل وہ ہے جو از روئے خُلق سب سے زیادہ اچھا ہو۔

تمام انبیاء کی بعثت اور آسمانی کتب کا نزول۔۔۔ انسانوں کی ہدایت کا یہ سارااہتمام واضح کر رہا ہے کہ بنی نوع انسان کے لیے حُسنِ خلق کتنا ضروری ہے۔اخلاق کے عظیم ترین معلم نبی اکرمؐ کی ذاتِ اقدس تھی جنہیں پروردگار نے " انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق" " میں اخلاقی فضائل کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوا ہوں" کا پرچم دے کر کُل انسانیت کے لیے عہدہ نبوت پر فائز کیا اور آپؐ کے بارے میں فرمایا:

وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ

" اور بیشک آپؐ خلقِ عظیم کی منزلت پر فائز ہیں۔"

حدیثِ نبویؐ ہے کہ

" جَعَلَ اللّٰہُ سُبۡحٰانَہُ مَکارِمَ الۡاَخۡلاقِ صِلَۃً بَنۡیَہُ وَبَیۡنَ عِبٰادِہِ فَحَسۡبُ اَحَدِکُمۡ اَنۡ یَتَمَسَّکَ بِخُلۡقٍ مُتَّصِلٍ بِاللّٰہِ"

یعنی " اللہ تعالیٰ نے اخلاقی فضائل کو اپنے اور بندوں کے درمیان تعلق کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ لہٰذا یہی وجہ ہے کافی ہے کہ تم اخلاقی فضائل اختیار کرو تاکہ وہ تمہیں اللہ سے متصل کردیں۔"

اس حدیثِ پاک سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر اخلاقی فضیلت اللہ اور انسان کے درمیان تعلق پیدا کرنے کا ایک وسیلہ ہے۔اس بات کا ثبوت نہ صرف نبی اکرمؐ بلکہ تمام آئمہ کرامؑ کی زندگیوں سے ملتا ہے کہ اُن کی زندگیاں تبلیغ کا فریضہ سر انجام دیتے ہوئے بسر ہوئیں۔ اُنہوں نے اپنے ہر عمل سے لوگوں کو حُسنِ اخلاق کا عملی نمونہ پیش کرکے دکھایا اور بتایا کہ زندگی میں حُسنِ اخلاق سے کام لینا اس لیے ضروری ہے کہ یہ نہ صرف نجاتِ اُخروی کی ذریعہ ہیں بلکہ اِن کے بغیر دنیاوی زندگی میں ترقی و کامیابی حاصل کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔ابو عبداللہؑ فرماتے ہیں کہ نیکی اور حُسنِ خُلق شہروں کو آباد کرتے ہیں اور عمروں کو بڑھاتے ہیں۔

معاشرہ افراد سے مل کر تشکیل پاتا ہے اور افراد کے رویے اور ذہنی سوچ ہی معاشرے کی ترقی اور تربیت کی ضمانت ہوتے ہیں۔قرآن مجید نے اخلاقی مسائل اور تہذیبِ نفس کو خاص اہمیت دی ہے اسے ایک ایسا بنیادی امر قرار دیا ہے جو دیگر تمام اُمور کی بنیاد اور اساس ہیں۔ بلا شبہ اخلاقی ارتقاء خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی تمام معاشرتی اصلاحات کی اساس ہیں اور ہر برائی کے خلاف جہاد کا ایک موثر ذریعہ ہے۔اسی لیے اخلاقی تربیت کرنے والے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دینے والی ذاتِ با مبارکہ کو قرآن میں اُمت پر ایک عظیم احسان قرار دیا گیا ہے۔

۶ء۵وحدت

یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ نوع انسانی فطری طور پر معاشرتی اصولوں پر استوار اور قائم و دائم ہے۔تاریخ گواہ ہے ہر دور میں افراد اجتماعی زندگی بسر کرتے رہے ہیں۔ سب سے پہلی

اجتماعیت جو انسان کی زندگی کا حصہ بنی وہ ازدواجی بندھن سے حاصل ہونے والی گھریلو معاشرت پر مبنی اجتماعیت تھی۔اس گھریلو معاشرے کی تشکیل کے بعد جو چیز اس کے تسلسل کی ضمانت بنی وہ اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ایک دوسرے کی ضرورتوں کی تکمیل تھی۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ معاشرہ بڑھا، ضروریات بڑھیں اور ایک دوسرے پر انحصار بڑھتا گیا۔ افراد کے درمیان رشتے قائم ہوتے گئے ریاست اور حاکمیت وجود میں آگئی، گھر کا حاکم، قبیلہ کا سردار، خاندان کا سربراہ، قوم کا رہبر وغیرہ۔قرآن سے ہمیں اس سلسلے کی بابت آگاہی ملتی ہے کہ معاشرت اور اجتماعیت کی افادیت کیا ہے۔

وَ مَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخۡتَلَفُوۡا (سورۃ یونس: ۱۹)

"اور تمام لوگ ایک ہی امت کے تھے پھر انھوں نے اختلاف پیدا کر لیا۔"

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۟ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيۡنَ وَ مُنۡذِرِيۡنَ ۪ وَ اَنۡزَلَ مَعَهُمُ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَ النَّاسِ فِيۡمَا اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ ؕ وَ مَا اخۡتَلَفَ فِيۡهِ

"لوگ ایک ہی امت تھے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو خوشخبریاں دینے اور انزار کرنے والا بنا کر بھیجا اور ان کے ساتھ حق والی کتابیں نازل فرمائیں، تاکہ لوگوں کے ہر اختلافی امر کا فیصلہ ہو جائے۔تاکہ لوگوں کے درمیان اس چیز کے بارے میں فیصلہ کرے جس میں وہ آپس میں اختلاف کرتے ہیں۔ "

اِن آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان اپنے ابتدائی ایام میں اُمتِ واحدہ کی صورت زندگی بسر کرتا تھا۔مگر اختلافات تو ابتدائی دور ہی سے انسان کا خاصہ تھے۔خداوندِ عالم نے انبیاء کے ذریعے انسان

کو اس بات سے آگاہی دلائی کہ لوگوں کے درمیان پائے جانے والے اختلافات کو دُور کرنے اور ان کو درمیان وحدت و اتحاد اور یک جہتی پیدا کرنے کا واحد وسیلہ دین کا قیام اور دین کی بابت دوم تفرقہ ہے۔ لہٰذا یہ دین ہی ہے جو انسانی معاشرہ کی بہتری و بھلائی کی ضامن ہے۔ معاشرے کی وحدت سے قرآن کا مقصد کچھ اور ہے۔ اس کی ترکیب ایک ترکیبِ حقیقی ہے۔ افراد سے جو ترکیب بنتی ہے وہ ان کے خیالات، جذبات اور خواہشات کا مجموعہ ہوتا ہے۔ یعنی وہ ثقافتی، اقتصادی، سیاسی، مذہبی اور تربیتی اقدار و روایات کا نچوڑ ہوتا ہے۔ کسی بھی معاشرے کے لیے تہذیب و ثقافت یا کلچر کی وہی حیثیت ہے جو بدن میں خون کی ہوتی ہے۔ جس طرح خون دماغ کی رگوں سے لیکر پیر کی انگلیوں تک جسم کے تمام حصوں میں دوڑتا رہتا ہے اسی طرح تہذیب و کلچر کا اثر زمانہ کے علماء سے لیکر کارخانے کے مزدور تک معاشرہ کے تمام افراد کی رگ و پے میں سرایت کئے ہوتا ہے۔

جب اسلام کا سورج طلوع ہوا اور جزیرہ نمائے عرب اس کے نور سے جگمگا اٹھا تو دنیا میں ایک جدید معاشرہ وجود میں آیا۔ آپس میں ہمدردی اور انس و محبت اس معاشرے کی امتیازی خصوصیات تھیں۔ یہ الہیٰ معاشرہ تھا۔ اسلام کی نگاہ میں سب انسان برابر ہیں۔ کوئی قوم یا قبیلہ ، کوئی رنگ و نسل ایک دوسرے پر فوقیت نہیں رکھتی۔ معیارِ فضیلت امیری یا غریبی، رنگ و نسل کی بجائے تقویٰ اور پرہیزگاری ٹھہرا۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْاؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ

"اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر تم میں شاخیں اور قبیلے قرار دیے تا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو، اللہ کے نزدیک تم سب میں سے محترم وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے اور اللہ ہر بات سے باخبر ہے۔"

انفاق اپنی تمام صورتوں کے ساتھ معاشرے کے استحکام کو یقینی بنانے والے اہم ترین اور عظیم ترین عوامل میں سے ایک ہے۔ یہی ہے جو معاشرے میں وحدت کی روح اس طرح سے پھونکتا ہے۔ کہ پراگندہ معاشرتی قوتیں اس کی برکت سے یکجا ہو جاتی ہیں۔ اور اس طرح معاشرہ سعادتمندی سے بہرہ مند ہو جاتا ہے اور اس کی حیات کو خوشحالی کی نعمت مل جاتی ہے صرف یہی نہیں بلکہ اس کے نتیجے میں انسانی معاشرہ ہر طرح کی مہلک یا موذی آفت سے اپنے دفاع پر قادر ہو جاتا ہے۔ خداوندِ عالم قرآنِ مجید میں مومنین سے خطاب فرما رہا ہے کہ تمہارے درمیان یہ الفت و محبت اور بھائی چارہ خدا کی نعمت ہے ورنہ بغض و حسد اور کینہ کی آگ تمہیں ہلاکت کے دہانے پر پہونچا دیتی۔

وَ اعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوۡا ۪ وَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ کُنۡتُمۡ اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِکُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا ۚ وَ کُنۡتُمۡ عَلٰی شَفَا حُفۡرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنۡقَذَکُمۡ مِّنۡہَا ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمۡ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمۡ تَہۡتَدُوۡنَ (آل عمران: ۱۰۳)

"اللہ تعالیٰ کی رسّی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو، اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اس نے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی

، پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچالیا۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لئے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔"

پیغمبرِ اکرمؐ اور تمام آئمہ معصومینؑ نے بھی ہمیشہ مسلمانوں کے درمیان اخوت و برادری کے استحکام پر زور دیا ہے۔ جس طرح اسلام کی نگاہ میں کسی بھی کام کی قبولیت اس بات پر منحصر ہے کہ پیشِ نظر رضائے الہیٰ کا حصول ہو اسی طرح دوستی ہو یا دشمنی، نفع ہو یا نقصان معیار اُس خالقِ کائنات کی خوشنودی ہے اور یہی احدت کی اساس ہے۔

حدیثِ قدسی ہے : میری محبت ان لوگوں کو نصیب ہو گی جو میرے لیے ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔ میری محبت ان لوگوں کو نصیب ہو گی جو میرے لیے ایک دوسرے سے محبت کریں گے۔ میری محبت ان لوگوں کو نصیب ہو گی جو میرے لیے ایک دوسرے پر اپنا مال خرچ کریں گے۔

٦۔ سورہ حجرات کی اخلاقی تعلیمات کے موجودہ معاشرے پر اثرات

سورۃ حجرات اگرچہ صرف اٹھارہ آیات پر مشتمل ہے لیکن اپنے مضامین کے اعتبار سے یہ ایک عظیم سورۃ ہے۔ اس سورۃ میں زندگی گزارنے کے سنہری اُصول، انسانوں کے عملی نظریات اور اخلاقی آداب پر بحث کی گئی ہے۔ یہ وہ موضوعات ہیں جن پر غور وفکر کرنے سے انسانی زندگی روشن ہو جاتی ہے۔

بنیادی طور پر انسان ایک معاشرتی مخلوق ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر رہنا اس کی فطری ضرورت ہے۔ سورۂ حجرات کی ایک اہم خوبی یہی ہے کہ یہ ایک پاکیزہ اور سلیم فطرت معاشرے کے لئے بنائے گئے اُصول و قوانین کو اُجاگر کرتی ہے۔ ایک ایسا معاشرہ جو نہ صرف ذہنی بلکہ قلبی طور پر بھی پاکیزہ ہو۔ جہاں افراد کا تعلق اور رویہ ایک دوسرے سے خلوص، احساس، اخوت کا ہو وہاں ایک صحت مند معاشرے کا وجود میں آنا ناممکن نہیں۔ یہ معاشرہ کسی ایک فرد کی سوچ کے تابع نہیں بلکہ اس میں ہر فرد اپنی اپنی ذمہ داریوں بخوبی واقف ہے اور خدا کے سامنے جوابدہ بھی۔ قرآنِ مجید کا تعلیمات کے حوالے سے ہمیشہ سے یہ دستورِ العمل رہا ہے کہ اُس نے اپنے پُورے زمانہ نزول میں تقریباً ۲۳ سال کے عرصہ میں اپنی تعلیمات میں اِن بنیادی اُصولوں کو بیان کیا جن میں کسی ایک پر بھی عمل کر لیا جائے تو اس سے دیگر تعلیمات کی بنیاد قائم ہو جاتی ہے۔ قرآن کی مثال اس معلم کی سی ہے جو نہایت مختصر بیان اور بہت کم الفاظ پر مشتمل جملوں میں علمی کلیات کی تعلیم دیتا ہے۔ ربانی ہدایات قرآن اور سنت نبویؐ کی صورت میں انسان کے پاس موجود ہیں۔ زندگی گزارنے کا لائحہ عمل نہ صرف تحریری صورت میں خداوند عالم نے اُس کے پاس بھیجا بلکہ رسولِ کریمؐ اسوۂ حسنہ عملی شکل میں بھی زندگی کے ہر موڑ ہر رہنمائی کے لیے موجود ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم قرآن پر غور و فکر کریں کہ خالق ہم سے کیا چاہتا ہے۔

''یایھا الذین اَمنو تا نقد موبین یدی اللهِ وَرَسُولِہٖ ''

سورۃ حجرات میں زندگی گزارنے کے ایک اہم اُصول کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ اور اُس کے رسولؐ کے آگے پیش قدمی نہ کرو۔ ہم اپنی زندگیوں ہر نگاہ دوڑائیں تو احساس ہوگا کہ اِس اُصول ہر عملی پیرا

ہونے سے ہمارے کتنے ہی مسائل پیدا ہونے سے پہلے ختم ہو سکتے ہیں۔ اپنی پسند، زندگی کے اطوار، خیالات نظریات غرض کہ زندگی کے ہر موڑ پر خدا اور اُس کے رسولؐ کی ذات کی مقدم رکھنا بہت سے مسائل کا حل ہے۔ قرآن میں ہمیں متعدد جگہوں پر تقوائے الٰہی اختیار کرنے اور خدا اور رسولؐ کی فرماں برداری کرنے کے احکامات ملتے ہیں۔ مومنین کو خیر و شر میں تمیز کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ اُنہیں متوجہ کیا گیا ہے کہ معاشرے کو اخلاقی طور پر بلند کرنے کے لیے ضروری ہے کہ افراد آسانی و تنگی دونوں حالتوں میں خدا کی راہ میں انفاق کریں اور غصّہ پر قابو پا کر لوگوں سے عفو و درگزر سے پیش آئیں۔ ان تمام صفات کا جامع عمل معاشرے میں اچھائی اور بھلائی کا عمل کرنا، تکلیفوں اور سختیوں میں صبر ا تحمل اختیار کرنا اور محرمات سے اجتناب برتنا ہے۔ یہی وہ واحد طریقہ ہے جس کے ذریعے معاشرتی زندگی کا تحفظ ممکن ہے۔

آج معاشرہ الیکٹرانک میڈیا سے متاثر ہے۔ خبر ایک کونے سے دُنیا کے دوسرے کونے تک پہنچنے میں چند سیکنڈ سے زیادہ وقت نہیں لیتی۔ سورۂ حجرات میں جس سنہری اُصول کی نشاندہی کی گئی ہے کہ خبر پر یقین کرنے سے پہلے اُسکی تصدیق ضروری ہے۔ اس بات کی جتنی ضرورت اُس دور کے لوگوں کو تھی آج کے معاشرے کو کہیں زیادہ ہے۔ تب کوئی غیر مصدقہ خبر چند سو افراد پر اثر انداز ہوتی تھی جبکہ آج پُوری دُنیا ایک خبر سے متاثر ہو جاتی ہے۔ روپے پیسے کا اُتار چڑھاؤ، غذا، کی قلّت وفراوانی کا کنٹرول، حتیٰ کہ جنگ وجدل جیسے معاملات کا فیصلہ بھی ایک جھوٹی خبر بہتِ آسانی سے کروا سکتی ہے۔ ایسے مواقع پر معاشرہ اسلامی اخوت کے اُصولوں کے مطابق اپنے مسائل کا حل تلاش

کرتا ہے۔ نظریہ انصاف، نا انصافی سے بچاسکتا ہے اور خداوند تعالیٰ نے اس اجر عظیم رکھا ہے۔سورۃ حجرات نے جن موضوعات سے بحث کی ہے اِن پر کام کرکے بہت سی اخلاقی بُرائیوں سے بچاجاسکتا ہے۔ایک دوسرے تمسخر اُڑانا، ایک دوسرے کو بُرے بُرے ناموں سے پکارنا، ایک دوسرے کی بُرائی ٹٹولنا، غیبت اور تہمت جیسے اخلاقی جرائم معاشرے کو تباہ وبرباد کردیتے ہیں۔

خداوند کریم انسان کو نہ صرف اِن اخلاقی برائیوں سے بچنے کی تلقین فرماتا ہے بلکہ ان سے بچنے کی صورت میں اجر عظیم کی خوشخبری بھی سُناتا ہے۔جو ایک ہی عمل کی بدولت ممکن ہے اور وہ ہے تقویٰ خداوند تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے۔ اس نعمت کیلئے دلوں کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ اور وہ دل کون سے ہوتے ہیں جو اخلاص سنت سے، طہارت قلبی سے، حُسنِ عمل سے، پاکیزہ خیالاتِ سے خود کو مزین رکھتے ہیں پھر اِن کے دلوں کو تقویٰ کی نعمت سے نوازا جاتا ہے۔

اِن الذینَ یعفونَ اَمواَتهم عِند رسولِ اللهِ اولیِک امتحن الله قُلو بُهم للتقوی لُهْم مَغفِرۃ وَاجَر عظیْم

''جو لوگ رسولؐ خدا کے سامنے بات کرتے ہوئے اپنی آواز کو پست رکھتے ہیں وہ درحقیقت وہی لوگ ہیں جن کے دِلوں کو اللہ کے تقویٰ کے لے جانچ لیا ہے۔ اِن کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔''

اس آیت سے واضح ہو جاتا ہے کہ اگر ہم تقویٰ کی منزل پر فائز ہونا چاہتے ہیں تو پہلے اُن تمام آداب واخلاق کا خیال رکھنا ہوگا جن کے بارے میں سورۃ حجرات میں اشارہ ہوا ہے۔اور جب افراد اِن اخلاق اُصولوں پر گامزن ہوں گے تو معاشرہ خود بخود اخلاقی طور پر بلند ہوتا چلا جائے گا۔ ایسا معاشرہ جو

جن میں افراد احساس و رواداری سے کام لیتے ہیں۔ افراد کے حقوق محفوظ ہوتے ہیں۔ جس میں سب ایک دوسرے کی عزتِ نفس کا احترام کرتے ہیں۔ سورۃ حجرات کی آیات انسان کو آزادی اور وقار کے اعلیٰ ترین مقام تک پہنچاتی ہیں۔ رنگ و نسل اور احساسِ برتری سے بالاتر معاشرہ تبھی معرضِ وجود میں آسکتا ہے جب اس کے افراد ایک ہی جھنڈے تلے جمع ہوں۔اور وہ جھنڈہ الٰہی جھنڈہ ہے۔ جھنڈۂ توحید ہے۔جس پر افراد ایسا یقین محکم رکھتے ہوں کہ اُن کے دل میں کوئی اضطراب، خلش یا شک نہ ہو۔ اُنہیں اپنا مقصد تخلیق معلوم ہو۔اور ہدف یعنی رضائے الہٰی پر نظر ہو۔ عمل پیہم ہو۔ توکیسے ممکن ہے کہ ایک بلند مقام اسلامی معاشرہ تشکیل نہ پائے۔

نتیجہ:

سورہ حجرات کے مطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ معاشرتی طور پر کامیاب زندگی گزارنے کے لیے جن اخلاقی اُصولوں پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہےاِن میں ایک اہم اُصول یہ ہے کہ اللہ اور اُس کے رسولؐ کے آگے پیش قدمی نہ کرو۔ ہم اپنی زندگیوں ہر نگاہ دوڑائیں تو احساس ہوگا کہ اِس اُصول ہر عملی پیرا ہونے سے ہمارے کتنے ہی مسائل پیدا ہونے سے پہلے ختم ہو سکتے ہیں۔اپنی پسند، زندگی کے اطوار، خیالات نظریات غرض کہ زندگی کے ہر موڑ پر خدااور اُس کے رسولؐ کی ذات کی مقدم رکھنا بہت سے مسائل کا حل ہے۔قرآن میں ہمیں متعدد جگہوں پر تقوائے الٰہی اختیار کرنے اور خدااور رسولؐ کی فرماں برداری کرنے کے احکامات ملتے ہیں۔ مومنین کو خیر و شر میں تمیز کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ اُنہیں متوجہ کیا گیا ہے کہ معاشرے کو اخلاقی طور پر بلند کرنے کے لیے

ضروری ہے کہ افراد آسانی و تنگی دونوں حالتوں میں خدا کی راہ میں انفاق کریں اور غصّہ پر قابو پا کر لوگوں سے عفو و درگزر سے پیش آئیں۔ بدگمانی کو اپنی زندگی کا حصہ نہ بنائیں۔ ان تمام صفات کا جامع عمل معاشرے میں اچھائی اور بھلائی کا عمل کرنا، تکلیفوں اور سختیوں میں صبر ا تحمل اختیار کرنا اور محرمات سے اجتناب برتنا ہے۔یہی وہ واحد طریقہ ہے جس کے ذریعے معاشرتی زندگی کا تحفظ ممکن ہے۔

سورۃ حجرات کی آیات واضح کرتی ہیں کہ جب افراد اِن اخلاقی اُصولوں پر گامزن ہوں گے تو معاشرہ خود بخود اخلاقی طور پر بلند ہوتا چلا جائے گا۔ ایسا معاشرہ جو جن میں افراد احساس و رواداری سے کام لیتے ہیں۔ افراد کے حقوق محفوظ ہوتے ہیں۔ جس میں سب ایک دوسرے کی عزتِ نفس کا احترام کرتے ہیں۔ سورۃ حجرات کی آیات انسان کو آزادی اور وقار کے اعلیٰ ترین مقام سے روشناس کرواتی ہیں۔ رنگ و نسل اور احساسِ برتری سے بالاتر معاشرہ تبھی معرضِ وجود میں آسکتا ہے جب اس کے افراد وحدت کی لڑی میں بندھے ہوئے ہوں۔

مصادر

۱. القرآن

۲. نہج البلاغہ

۳. احمد بن حمبل، مسند احمد، ترجمہ مولانا محمد ظفر اقبال، ناشر مکتب رحمانیہ، لاہور، چاپ ۱۱، ۲۰۱۱

۴. جعفر سبحانی ،قرآن کا دائمی منشور، مترجم مولانا صفدر حسین نجفی، ناشر مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور، ۲۰۱۲

۵. حسام الدین ،علاو الدین ، بن علی متقی ، کنز العمال، مترجم مولانا احسان اللہ شائق، ناشر دار الاشاعت، لاہور

۶. دستغیب، شیرازی، گناہان کبیرہ، مترجم سید محمد علی مدیر جامعہ زہرہ کراچی، ناشر معراج کمپنی لاہور،

۷. دستغیب، شیرازی، تفسیر سورہ واقعہ ،انتشارات اسلامی، قم، چاپ سوم، ۱۳۹۷ش

۸. زین الدین، شہید ثانی، کشف الربیہ، ناشر مکتبۃ بصیرتی، قم ایران، ۱۳۰۵

۹. شہید مطہری، انسان کامل، ناشر جامعہ تعلیمات اسلامی پاکستان لاہور،

۱۰. عبد الحسین، آیت اللہ، تفسیر سورہ حجرات، ناشر دفتر انتشارات اسلامی، چاپ اول، ۱۳۹۳ش

۱۱. کمال حیدری، سید، علم الاخلاق، ناشر دار افراقد، چاپ اول، ۱۳۸۳ش

۱۲. محمد حسین طباطبائی، المیزان، ناشر موسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، چاپ اول، ۱۹۹۷م

۱۳. محمد باقر، مجلسی، بحار الانوار، ناشر احیا الکتب الاسلامیہ، قم، چاپ اول، ۱۳۸۸

۱۴. محمد یعقوب، کلینی، اصول کافی، انتشارات اسوہ، قم، چاپ ہفتم، ۱۳۸۵ شمسی

۱۵. مصنف بی اے کوثری، مثالی معاشرہ نہج البلاغہ کی روشنی میں،

۱۶. محمد بن حسین، جمال خوانساری، شرح غرر الحکم، ناشر دانشگاہ تہران موسسہ انتشارات و چاپ،

۱۷. محمد یزدی، ولایت و حکومت در غیبت، ناشر واحد فرہنگی، چاپ اول، ۱۳۶۲ش

۱۸. محسن قراتی، تفسیر نور، ناشر مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور، چاپ پنجم، ۱۳۹۷ش

۱۹. مترجم سید کمیل اصغر زیدی، ناشر سازمان حوزہ ها و علمیہ خارج از کشور، چاپ اول، ۱۳۸۴ش

۲۰. محمد حسین، درایتی، الشافی، ناشر موسسہ فرہنگی دار لحدیث، چاپ دوم، ۱۳۸۹ش

۲۱. ملا احمد نراقی، معراج السعادۃ، ناشر موسسہ انتشارات ہجرت، چاپ اول، ۱۳۷۱ش

۲۲. محمد بن عبد اللہ الحاکم، نیشاپوری، المستدرک للحاکم، مترجم مولانا محمد شفیق الرحمٰن قادری، ناشر شبیر برادرز

۲۳. محمد حسین، نجفی، تفسیر فیضان الرحمان، ناشر مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور

۲۴. ناصر مکارم، ترجمہ صفدر حسین نجفی، تفسیر نمونہ، ناشر مصباح القران، لاہور، ۲۰۱۳

۲۵. ناصر مکارم، شیرازی، منتخب الاثار من بحار الانوار، انتشارات امام علی ابن ابی طالبؑ، ۱۳۹۶ش

۲۶. ناصر مکارم، شیرازی، پیام قرآن، ناشر مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور، چاپ اول۔

ڈپٹی حافظ نذیر احمد اور مولانا سید فرمان علی کا ترجمہ قرآن

تحریر؛ دانیال محزونؔ

خلاصہ

دنیا بھر میں قرآن پاک کے تراجم متعدد زبانوں میں ہوئے ہیں اور زبان اردو کو یہ شرف میسر ہے کہ ترجمہ و تفسیر کا سب سے زیادہ مواد اسی زبان میں لکھا گیا ہے۔ کم و بیش ۱۱۰۱ اندراجات دستیاب ہیں۔ عربی زبان کے متعلق اگر یہ کہا جائے تو شاید اشتباہ نہیں ہوگا کہ یہ عالم کی وہ زبان ہے جو نازک سے نازک اور مشکل سے مشکل معانی کو انتہائی جامعیت کے ساتھ ادا کرلیتی ہے۔ جبکہ دیگر زبانیں اس مہارت میں عربی سے کافی حد تک پیچھے ہیں اور اردو چونکہ لشکری زبان کے طور پر معروف ہے، بیشتر ارتقائی مراحل تھے جو اردو کو طے کرنے پڑے۔ اسی طرح اردو ترجمہ کو موجودہ شکل میں آتے آتے مختلف ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ہر زمانے میں مترجمین کا اصل ہدف یہی رہا ہے کہ قرآنی مطالب و مفاہیم کو ان لوگوں تک پہنچایا جائے جن کی مادری زبان غیر عربی ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کے ترجمہ کے اعتبار سے اردو کو تین ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے؛ پہلا دور جو قدیم دور بھی کہا جاتا ہے جو دکنی دور سے شروع ہوتا ہے اور اٹھارویں صدی کے اختتام تک چلتا ہے۔ دوسرا دور شاہ رفیع الدین کے ترجمہ سے شروع ہو کر انیسویں صدی کے آخر میں ختم ہوتا ہے۔ تیسرا اور آخری دور ڈپٹی نذیر احمد کے ترجمہ سے شروع ہوا اور موجودہ دور تک جاری رہا ہے۔ ہمارے یہ صفحات اسی تیسرے دور کے مترجمین قرآن میں ڈپٹی نذیر احمد اور مولانا فرمان علی کے ترجمہ قرآن کریم کے متعلق ہیں۔

بنیادی کلمات: ترجمہ، قرآن، فرمان علی، نذیر احمد، اردو

تمہید

تاریخی حوالہ جات کے مطابق اردو ادب میں بیشمار مترجمین قرآن نے تعلیمات اسلام خصوصاً ترجمہ قرآن کے سلسلہ میں اپنی اپنی خدمات انجام دیں؛ جن میں ڈپٹی نذیر احمد اور مولانا فرمان علی بھی شامل ہیں۔ ڈپٹی نذیر احمد کا ترجمہ قرآن پہلی بار سن ۱۸۹۶ء میں نشر ہوا۔ یہ نسخہ اپنی بعض خصوصیات کی بناء پر ایک خاص مقام رکھتا ہے اس ترجمے کو اردو زبان اور ادب کا ایک مثالی کارنامہ تصور کیا جاتا ہے۔

دوسری جانب مولانا سید فرمان علی کا ترجمہ قرآن ہے جو اردو زبان کے بہترین اور ممتاز ترجمہ قرآن میں شمار ہوتا ہے۔ آپ نے سن ۱۳۲۶ھ میں قرآن کریم کے اردو ترجمہ کی شروعات کی اور دو سال کے عرصہ میں مکمل کیا۔[۱] آپ نے اس ترجمہ قرآن میں ایسی سلیس اور عام فہم زبان استعمال کی ہے کہ عربی زبان سے واقفیت کے بعد ترجمہ کا لطف اور بھی دوبالا لگتا ہے۔ در حقیقت اس ترجمہ میں آپ نے اپنے علم اور فہم و فراست کے ساتھ ساتھ اپنا دل اور خلوص بھی لگا دیا تھا، چنانچہ اسی خلوص کا نتیجہ ہے کہ آج پاک و ہند، بنگلادیش، برطانیہ، امریکہ، افریقہ منجملہ تمام دنیا کا ہر اردو زبان مسلمان عمومی طور پر اور شیعہ خصوصی طور پر ان کے کمال کا معترف ہے اور متعدد بار اس ترجمہ کی نشریات ہو رہی ہے۔ اگر سید فرمان علی کی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو تمام تر کارناموں سے معلوم ہوگا کہ جس چیز نے آپ کو شہرہ آفاق اور زندہ جاوید بنایا وہ "قرآن مجید کا ترجمہ، حواشی اور تفسیر" ہے، بلکہ آپ کی علمی، مذہبی، معاشرتی اور تبلیغی زندگی کا خلاصہ کیا جائے تو وہ ترجمہ

---

۱ معجم مؤلفی الشیعۃ، ص ۴۰۱

قرآن کریم اور تفسیر قرآن میں سمٹ آئے گا، آپ نے خود اپنے الفاظ میں ترجمہ قرآن کے مقدمہ میں اس بات کا کچھ یوں اظہار فرمایا ہے:

"۔۔۔اور خدا کی بارگاہ میں نہایت عاجزی سے یہ عرض ہے کہ اس کو میری مغفرت کا ذریعہ قرار دے اور جس وقت اور جس روز ہر شخص کے ہاتھ میں اس کا نامہء اعمال ہو میرے داہنے ہاتھ میں قرآن ہو"۔[۱]

ڈپٹی حافظ نذیر احمد اور ان کا ترجمہ قرآن:

ڈپٹی نذیر احمد نے سن ۱۸۳۱ء کے دوران ضلع بجنور کے موضع رہتر میں سید سعادت علی کے گھر میں آنکھ کھولی، حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ دلی کالج سے ادبیات عربی، فلسفہ اور ریاضی کے علم میں تعلیم حاصل کی اور کانپور پھر الہ آباد میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے عہدہ پر فائز رہے، ساتھ ساتھ زبان انگریزی میں مہارت حاصل کرتے رہے اور بعد میں تحصیلدار بنے پھر ڈپٹی کلکٹر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔آپ نے مختلف کتابوں کا ترجمہ بھی کیا جن میں قانون کی کتب اور قرآن پاک شامل ہیں مگر ان کی شہرت کا اہم سبب آپ کی لکھی ہوئی اردو ادب میں ناول کی کتب ہیں جو معاشرہ کی اصلاح میں اہم کردار ادا کرتی ہیں؛ ان ناول میں سے ایک "مراۃالعروس" جس میں مسلم کمیونٹی کے متوسط طبقہ کی تصویر پیش کی گئی ہے۔ڈپٹی نذیر احمد نے

---

۱ مقدمہ ترجمہء قرآن؛ حافظ مولانا سید فرمان علی

مندرجہ بالا علمی اور ادبی خدمات کے ساتھ ساتھ انگریزی اصطلاحات کا اردو میں ترجمہ بھی کیا دراصل آپ کے پاس تراجم کے کوئی اولیات نہ تھے پھر بھی جس حسن وخوبی سے انہوں نے اس کام کو سرانجام دیا وہ انہی کا حصہ تھا۔ اردو تراجم کے بعد ان اصلاحات کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ انگریزی اصطلاحات میں جو اثر و قوت رہتی ہے وہ ان میں بھی جیسی کی تیسی باقی ہے۔ حقیقت میں اس کی کامیابی کا راز آپ کی عربی زبان پر وہ دسترس ہے جو ڈپٹی صاحب کے لیے انگریزی اصطلاحات کو اردو میں تبدیل کرنے کے لئے مددگار ثابت ہوئی؛ یہی مہارت بیان آپ کے ترجمہ قرآن میں بھی پائی جاتی ہے۔

خصوصیات:

اس نسخہ ترجمہ قرآن کی چند نمایاں خصوصیات کچھ اس طرح ہیں کہ؛ زبان بامحاورہ ہیں اور قوسین میں تشریحی الفاظ درج کرکے عبارت مسلسل اور مربوط بنادی گئی ہے۔ حاشیہ پر فائدے لکھے ہیں، ان میں شاہ عبدالقادر کی تفسیر سے مدد لی گئی ہے۔ لغات عربی کی تشریح علحیدہ ہے، مضامین قرآن کی فہرست حوالہ آیات کے ساتھ مرتب کی گئی ہے۔

مندرجہ بالا خصوصیات کے علاوہ حافظ نذیر احمد نے بھی اپنے ترجمہ قرآن کی خصوصیات پر روشنی ڈالتے ہوئے ترجمہ کے چار امتیازی خوبیاں بیان کی ہیں۔ ممکن ہے کہ اوپر بیان شدہ خصوصیات میں سے کسی کا تکراری ذکر ہو لیکن چونکہ ڈپٹی صاحب کی اپنی زبانی ہے اس لئے نقل کرنا بہتر جانتے ہیں؛

۱۔ عام طور پر اس دور میں مترجمین غایت احتیاط میں مفرد ضمیر کا ترجمہ مفرد ہی کرتے تھے جو اردو میں بعض مقامات پر سوئے ادب محسوس ہوتا ہے، مثلاً نذیر احمد کے بقول "پیامبران کی نسبت تو تڑاک یا ان کی نسبت مفرد ضمیروں کا استعمال، گو وہ خدا ہی کی طرف سے کیوں نہ ہو، زبان کے اعتبار سے سامع پر گراں گذرتا تھا۔ ہم نے اس طریقہ کو بدل دیا اِنا اَرسَلنا ہ کا ترجمہ اور لوگ کرتے ہیں "ہم نے تجھ کو بھیجا" اور ہم نے کیا ہے "ہم نے تم کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا" اسی طرح لفظ قَالَ خدا کی طرف بھی منسوب ہے اور بندوں کی طرف بھی اور فرشتوں کی طرف بھی۔ اور شیطان کی طرف بھی، غرض جو قائل ہے اس کی نسبت عربی میں قَالَ ہی کہا جائے گا۔ ہم نے مناسب مقام کہیں "فرمایا"، کہیں "عرض کیا"، کہیں "دعا کی" ترجمہ کیا۔

۲۔ ایک زبان کی عبارت اور اسی مفہوم کی دوسری زبان کی عبارت میں بعض اوقات الفاظ کا تناسب یکساں نہیں ہوتا اس لیے ترجمہ میں زیادہ الفاظ کی ضرورت ہوتی ہے، نذیر احمد نے اس کا اہتمام کیا ہے کہ جہاں جہاں عبارت میں اضافہ کیا ہے اس کو قوسین میں لکھ دیا ہے۔ لیکن یہ اضافہ تفسیری نوعیت کا نہیں ہے بلکہ ترجمہ کی ہی تکمیل ہے، اس لیے انہوں نے اپنے مقدمہ میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا کہ: "مگر ہم نے جو عبارت اپنی طرف سے زیادہ کی ہے اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ ہم نے ترجمے کو تفسیر بنا دیا ہے، نہیں ترجمہ ترجمہ ہی ہے۔ اور ایسی ہی ضرورت دیکھی ہے تو کہیں توضیحِ مطلب کے لیے اور کہیں محذوف یا مقدر کے اظہار کے لئے۔ کہیں تسلسل کلام کے لیے۔ کہیں کلامِ سابق و لاحق کا تعلق دکھانے کے لئے اور کہیں تحسینِ ترجمہ کے لیے بھی

عبارت بڑھائی ہے، اصل غرض یہ رہی ہے کہ ترجمے کا پڑھنے والا قرآن کا نفسِ مطلب بخوبی سمجھ لے اور جہاں خطوطِ ہلالی سے بھی کام نہیں نکلا تو ہم نے حاشیے پر فائدے لکھے ہیں"۔

۳۔ اس ترجمہ کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ ترجمہ عربی اور اردو کے اختلاف کو پورا پورا ظاہر کرتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص اردو سے عربی میں ترجمہ کرنا چاہے تو بقول ڈپٹی صاحب "اس کو چاہیے کہ ہمارے ترجمہ سے مثلاً ایک جملہ لے اور اس کی عربی کرے اور پھر قرآن کی عربی سے ملائے، ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ قرآن کی سی عربی لکھنے پر قادر ہو جائے گا کہ یہ تو محالِ عقل ہے، مگر ہاں، اس کو اتنا سلیقہ آجائے گا کہ الفاظ اردو میں کس جگہ رکھے جاتے ہیں اور عربی میں ان کو کہا لے جانا پڑتا ہے۔ اور یہی ترجمہ کا گُر ہے۔

۴۔ اس ترجمے کی چوتھی خاصیت نذیر احمد صاحب نے یہ بیان کی ہے کہ اس میں انہوں نے مضامینِ قرآن کی ایک فہرست بنائی ہے۔ یہ کام مقدار میں تو کم تھا، مگر اشکال میں بہت۔[1]

ڈپٹی صاحب کے ترجمہ پر علماء کی آراء:

علماء نے ڈپٹی صاحب کے ترجمہ قرآن کے بعض مقامات کے ترجمہ اور حواشی کے کچھ مسائل پر اعتراض و اختلاف رکھا ہے۔ جن میں واضع طور پر مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کا نام نمایاں ہے یہاں تک کہ مولانا تھانوی نے "اصلاح ترجمہ دہلویہ" کے نام سے رسالہ بھی لکھا جس میں ڈپٹی

---

۱ ڈپٹی نذیر احمد؛ ترجمہ قرآن مقدمہ، شمسی پریس دہلی، طبع دہم، ۱۳۷۲ھ، ص ۱۱

نذیر احمد کے ترجمے کی خامیوں پر تنقید کی گئی ہے۔[۱] ڈپٹی صاحب کے ترجمہ میں محاوروں کی بہتات ہے، یہی وہ اساسی علت ہے جس کے سبب اس ترجمہ میں خامیاں پیدا ہو گئی ہیں۔اس بارے میں ڈاکٹر حمید شطاری اس طرح لکھ رہے ہیں: "ڈپٹی نذیر احمد کی آزاد طبع تحریر کی ممتاز خصوصیت اس کی بے تکلفی اور بے ساختہ پن ہے اور یہ ان کا کمال ہے کہ اس خصوصیت کو ترجمہ میں بھی باقی رکھنے کی کوشش کی ہے اگرچہ ایسا کرنے میں کہیں کہیں ان کے قلم سے متانت اور سنجیدگی کا دامن چھوٹ گیا ہے۔اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کے مزاج میں لطیف ظرافت کا بھی رنگ ہے۔ ڈپٹی صاحب نے مختلف کتابیں لکھی ہیں، عربی اور فارسی کے الفاظ کا بکثرت استعمال کیا ہے۔۔۔ محاوروں اور کہاوتوں کا انہیں اتنا شوق تھا کہ ان کی کثرت، حسن کی بجائے عیب بن گئی۔ محاورہ بندی کا یہ شوق ان کے ترجمے میں بھی کارفرما ہے جس کی وجہ سے ان کے ترجمے میں کہیں کہیں نقص پیدا ہو گیا ہے"۔[۲]

حافظ نذیر احمد کے ترجمہ قرآن میں نقص کی بنیادی وجہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر سید محی الدین زور رقمطراز ہیں: "حافظ نذیر احمد عربی ادب میں مہارت تامہ کے حامل تھے لیکن ان کے اسلوب بیان میں گہرائی نہیں ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ فطرت کی طرف سے ناول نگاری کے

---

۱ سائٹ؛ www.urduencyclopedia.com

سائٹ؛ www.jahan-e-urdu.com (ڈپٹی نذیر احمد دہلوی: فن اور شخصیت: محمد رضی الدین معظم)

۲ ڈاکٹر شطاری: قرآن کے اردو تراجم و تفاسیر کا تنقیدی مطالعہ۔ ۱۹۱۴ء تک، ص ۴۷۲

لئے پیدا ہوئے تھے۔ نذیر احمد اکثر اوقات تخیلات کے رو ساتھ اس طرح بہہ جاتے ہیں کہ دامن ادب ان کے ہاتھ سے چھوٹا پڑتا ہے اور یہی نقص ہے جس کی وجہ سے ادبیت کا فقدان ہو جاتا ہے بلکہ عالمانہ شان بھی ہاتھ سے جاتی رہتی ہے۔ وہ اگرچہ جید عالم نہیں تھے لیکن ان کی عبارتوں سے ان کی قابلیت اور تحقیق کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ نہایت سنجیدہ اور ثقہ بحث میں بھی وہ مذاق اور عامیانہ اسلوب بیان کرتے ہیں۔ نذیر احمد کی طرز عبارت مرزا غالب کے اسلوب سے مختلف تھی۔ غالب کی خودداری کا اقتضا یہ تھا کہ وہ دلی کے روزمرہ سے سادہ زبان نہ لیں جو دلی کے عوام اور بازاری لوگ بولتے ہیں بلکہ وہ جو وہاں کے شرفاء اور اعلیٰ طبقہ میں مروج ہے۔ یہی وہ امتیازی فرق ہے جو بڑھ جانے کے بعد نقص کی شکل میں نمودار ہو کر نذیر احمد کے نہ صرف سنجیدہ مباحث بلکہ قرآن شریف کے ترجمے میں بھی مورد الزامات رہا"۔[1]

ڈاکٹر عبداللہ نے بھی اپنی کتاب 'سر سید کے نامور رفقاء' میں ڈپٹی صاحب کے ترجمے پر اپنی رائے کا اظہار اس طرح کیا ہے: "۔۔۔ان کے اس ترجمہ کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ٹھیٹھ اردو میں ہے اور اردو کا پہلا استوار با محاورہ ترجمہ ہے۔ اس کے خلاف یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس میں بعض اوقات وہ سوقیانہ محاورات استعمال کیے گئے ہیں جو ناول کے لئے تو شاید موزوں ہوں مگر قرآن مجید کے تقدس کے منافی ہیں۔ اس کمزوری کے باوجود ان کا ترجمہ خاصا مقبول ہے"۔[2]

---

۱ ڈاکٹر محی الدین زور: اردو کے اسالیب بیان ۱۹۶۴، ص ۴۷

۲ ڈاکٹر عبداللہ، سر سید احمد خاں اور ان کے نامور رفقاء، ص ۹۶، چمن بک ڈپو، اردو بازار دہلی

لیکن اس امر میں کوئی شک نہیں کہ ڈپٹی صاحب کا ترجمہ ان کمزوریوں کے باوجود ایک بہترین ترجمہ ہے۔ ترجمہ کی بعض فنی کمزوریوں کی بنیاد پر سارے ترجمہ کو ناقص کہنا یہ ادبی تنقید کا انداز نہیں ہو سکتا۔ ویسے تو قرآن مجید کے اب تک جتنے تراجم ہوئے ہیں ان میں ترجمہ کے پہلو سے کسی نہ کسی طرح خامی کو ناقدین نے اجاگر کیا ہے۔ مولوی نذیر احمد کے متعلق یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ وہ پہلے مترجم ہیں جنہوں نے قرآنی متن میں ترتیب کا لحاظ ترجمہ میں نہیں کیا ہے۔ اس سب کے باوجود مولوی صاحب کے ترجمہ قرآن کی مقبولیت کا اندازہ اس کی اشاعت سے لگایا جا سکتا ہے کہ صد سال میں اس کے آٹھ ایڈیشن منظر عام پر آئے تھے۔[۱]

مولانا سید فرمان علی اور ان کا ترجمہء قرآن:

مولانا حافظ فرمان علی کی ولادت سنہ ۱۲۹۳ھ بمطابق سنہ ۱۸۷۶ء کے دوران صوبہ بہار کے ضلع در بھنگہ میں بمقام چندن پٹی میں ہوئی، آپ کے والد گرامی کا اسم سید لعل محمد تھا جو ایک دیندار شخص تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے مدرسہ ناظمیہ لکھنؤ میں داخلہ لیا اور وہاں سرکار نجم العلماء (نجم الملت) کی سرپرستی میں مدارج کمال کو طے کیا۔ اور سنہ ۱۳۱۳ھ میں ممتاز الفاضل کی سند کے ساتھ فارغ التحصیل ہوئے۔ لکھنؤ میں قیام کے دوران آپ نے علم طب بھی حاصل کیا اور اس میں درجہ کمال تک پہونچ گئے۔ آپ بڑے ذہین تھے، پانچ ماہ کے قلیل عرصہ میں قرآن مجید مکمل حفظ کر لیا۔ اور بڑے بڑے حفاظ نے

---

۱ طیب عثمانی ندوی، افکار و انداز، ص ۱۸۷-۱۸۸، ناشر؛ دار الکتاب

آپ کو تحسین سے نوازا۔ آپ کا ترجمہ قرآن پاک اردو زبان و ادب کا ایک بہترین شاہکار تصور کیا جاتا ہے۔ اس آیت اور ترجمہ کا ملاحظہ فرمائیں :

أَ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ[۱]

"ہائیں ! کیوں ؟ تم تو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے تھے، اچھا تو (لو اب) اپنے کفر کی سزا میں عذاب (کے مزے) چکھو"۔

خصوصیات :

اس ترجمہ کی ایک خصوصیت، سلاست اور روانی ہے کہ ایک طرف قاری آیت پڑھتا جائے اور دوسری طرف سطور کے درمیان اس کا سلیس ترجمہ، اس طرح مطلب آسانی سے سمجھ میں آتا جائے گا۔

قابل تشریح لفظ کے لئے قوسین میں متبادل لفظ یا جملہ استعمال کرنے سے ترجمہ میں مزید روانی پیدا ہو گئی ہے۔

جو مطلب آیت کے ترجمہ میں واضح نہیں ہو پایا ہے اس کی وضاحت حاشیہ میں کردی گئی ہے۔

آیت کا شان نزول، مصادیق اور فضائل اہل بیت کا بیان نیز متعلقہ واقعات، شیعہ اور اہل سنت کی مستند اور معتبر کتابوں سے نقل کرکے قاری کے اطمینان کا مکمل سامان فراہم کیا گیا ہے۔ اس

---

۱ سورہ آل عمران، آیت ۱۰۶

خصوصیت نے آپ کے ترجمہ قرآن کو مولانا مقبول احمد دہلوی کے ترجمہ قرآن اور حواشی سے ممتاز کر دیا ہے۔

ابتداء میں قرآن مجید کے مضامین کی مفصل فہرست ہے جس میں جداگانہ ابواب قرار دیے گئے ہیں مثلاً باب التوحید، باب النبوۃ، باب القیامۃ، باب الفقہ والاحکام اور باب السیر والتاریخ۔

ہر موضوع سے متعلق آیات کی نشان دہی کرتے ہوئے صفحہ نمبر بھی درج کیا گیا ہے تاکہ قاری کو آیت کی تلاش میں زحمت نہ ہو۔ موضوع کے اعتبار سے آیات کا یہ انڈکس جدید دور میں تو ٹائپ کرنے سے آسان ہو جاتا ہے لیکن اس زمانہ میں ایک عظیم اور مشقت طلب کام تھا۔

مضامین کا عنوان صفحات کے حاشیہ پر جلی حروف میں تحریر کیا گیا ہے۔ اور ہر سورے کے آغاز میں حاشیہ پر اس سورے کے مضامین کا خلاصہ درج کیا گیا ہے۔[1]

مولانا صاحب کے ترجمہ کے متعلق علماء کے آراء:

مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی نے جب ترجمہ قرآن دیکھا تو اس طرح اپنے جذبات کا احساس کیا کہ؛ "میں اس ترجمہ کا بے حد مشتاق تھا، میرا عقیدہ یہ ہے کہ اگر اللہ کتاب اللہ اردو میں نازل ہوتی تو آپ کے ترجمہ میں اور اس میں ایک نقطہ کا فرق نہ ہوتا۔

ا روح القرآن، ص ۳۸۵

تذکرۃ مفسرین امامیہ بر صغیر، ص ۲۵۶

استاد عزیز لکھنوی کے ان الفاظ میں اپنے جذبات و احساسات اور والہانہ پن کا اظہار ہے ورنہ در حقیقت دیکھا جائے تو نزول قرآن کے وقت اردو زبان و لغت کا تصور ہی مضحکہ خیز ہے، کہاں نزول قرآن کا زمانہ اور کہاں اردو۔

علامہ شیخ آقا بزرگ تہرانی نے آپ کے ترجمہ قرآن کا تذکرہ اپنی معروف کتاب الذریعۃ الی تصانیف الشیعہ میں کیا اور مولانا صاحب کو سید فاضل کہہ کر یاد فرمایا ہے۔[۱]

۱ الذریعۃ الی تصانیف الشیعۃ، ج ۴، ص ۱۲۷

مصادر

۱۔ قرآن کریم، سورہ آل عمران، آیت ۱۰۶
۲۔ معجم مؤلفی الشیعۃ، ص ۴۰۱
۳۔ الذریعۃ الی تصانیف الشیعۃ، ج ۴، ص ۱۲۷
۴۔ روح القرآن، ص ۳۸۵
۵۔ تذکرۃ مفسرین امامیہ بر صغیر، ص ۲۵۶
۶۔ ڈاکٹر محی الدین زور: اردو کے اسالیب بیان ۱۹۶۴، ص ۴۷
۷۔ ڈاکٹر عبداللہ، سر سید احمد خاں اور ان کے نامور رفقاء، ص ۹۶، چمن بک ڈپو، اردو بازار دہلی
۸۔ طیب عثمانی ندوی، افکار و انداز، ص ۱۸۷-۱۸۸، ناشر؛ دار الکتاب
۹۔ ڈاکٹر شطاری: قرآن کے اردو تراجم و تفاسیر کا تنقیدی مطالعہ۔ ۱۹۱۴ء تک، ص ۲۷۴
۱۰۔ ڈپٹی نذیر احمد؛ ترجمہ قرآن مقدمہ، شمسی پریس دہلی، طبع دہم، ۱۳۷۲ھ، ص ۱۱
۱۱۔ مقدمہ ترجمہء قرآن؛ حافظ مولانا سید فرمان علی
۱۲۔ معجم مؤلفی الشیعۃ، ص ۴۰۱

سائٹ

www.jahan-e-urdu.com (ڈپٹی نذیر احمد دہلوی: فن اور شخصیت: محمد رضی الدین معظم)
www.urduencyclopedia.com

تفسیر نمونہ اور تفسیر تفسیر الدر المنثور کا تعارف اور تبصرہ

از قلم : سیدہ ناظرہ کاظمی[1]

خلاصہ

تحقیق حاضر میں دنیائے اسلام کی دو مشہور تفسیروں تفسیر نمونہ اور تفسیر الدر المنثور کا تعارف پیش کیا گیا ہے اور اس میں صرف ان امور کو ذکر کیا گیا ہے جو مفسر کی شخصیت شناسی اور ان کی تفسیر کی شناخت سے متعلق ہیں۔ آیۃ اللہ ناصر مکارم شیرازی کی زیر سرپرستی تفسیر نمونہ ستائیس جلدوں میں تحریر کی گئ جس کی زبان بہت سلیس اور رواں اور سادہ ہے، اصل میں یہ تفسیر فارسی زبان میں لکھی گئ اور اس کا اردو ترجمہ علامہ سید صفدر حسین نجفی نے انجام دیا اور اس تفسیر کو کئ بار اردو زبان میں اشاعت کیا جاچکا ہے۔ اسی طرح دوسری تفسیر اہل سنت کے بہت معروف مفسر علامہ جلال الدین سیوطی نے تحریر کی ہے جو علمائے اہل سنت کے ہاں بہت مقام اور اہمیت رکھتی ہے، یہ تفسیر روایات کی روشنی میں لکھی گئ ہے اور اس میں تفسیر طبری اور دوسری روائی تفسیروں کی نسبت نقل روایات میں زیادہ دقت اور توجہ سے کام لیا گیا ہے۔

اگر ہم دونوں تفاسیر تفسیر در منثور اور تفسیر نمونہ کا تقابل کریں تو تفسیر در منثور میں علامہ علامہ جلال الدین سیوطی نے بہت ساری ایسی روایات بیان ہیں کہ جو کہ غیر معتبر لگتی ہیں یا وہ احادیث فرد واحد سے لی گئ ہیں۔

بنیادی الفاظ: تفسیر، نمونہ، الدر المنثور، مکارم شیرازی، جلال الدین سیوطی، تعارف

---

[1] متعلّم ایم۔ فل شعبہ قرآنیات، المصطفیٰ اوپن یونیورسٹی قم

تفسیر نمونہ کا تعارف

تفسیر نمونہ عصر حاضر میں لکھی گئی قرآن مجید کی مشہور فارسی تفاسیر میں سے ایک ہے جسے کسی ایک شخص کے بجائے حوزہ علمیہ قم سے وابستہ مختلف اسلامی علوم کے ماہرین کی ایک جماعت نے آیت اللہ شیخ ناصر مکارم شیرازی کے زیر سرپرستی میں تحریر کیا ہے کہا جاتا ہے کہ اس تفسیر کی تکمیل میں تقریبا پندہ سال کا عرصہ لگا ہے۔ تفسیر کی افادیت کے پیش نظر عربی اور اردو زبان میں ترجمہ ہوا ہے۔اردو زبان میں ترجمہ حوزہ علمیہ جامعۃ المنتظر لاہور کے سابق پرنسپل مولانا سید صفدر حسین نجفی نے انجام دیا ہے۔ فارسی میں یہ تفسیر ستائیس جلدوں پر مشتمل ہے۔اردو زبان میں بھی اسی ترتیب پر عمل کرتے ہوئے شروع میں کئی ایڈیشن شائع کئے گئے ہیں بعد ازآں قارئین کی سہولت کے پیش نظر کہ دوران مطالعہ تسلسل ٹوٹنے نہ پائے اس تفسیر کو ستائیس کے بجائے پندرہ جلدوں میں شائع کیا جانے لگا ہے

تفسیرِ نمونہ ایک ایسی تفسیر ہے جس میں قرآن مجید کی تمام آیات کا تفصیلی بیان کیا گیا ہے۔اس تفسیر کا مقصد یہ ہے کہ قرآن

مجید کی اصل معانی کو پڑھنے والوں تک پہنچایا جائے۔اس تفسیر کا نام "نمونہ" اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس تفسیر میں قرآن مجید کی تمام آیات کا ایک نمونہ دیا گیا ہے۔

ناصر مکارم شیرازی

ناصر مکارم شیرازی (ولادت ۱۹۲۷ء) شیعہ مراجع تقلید اور قم میں فقہ و اصول فقہ کے درس خارج کے اساتذہ میں سے ہیں۔ ان کا نام ان سات مراجع تقلید کی فہرست میں آتا ہے جنہیں جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم نے سنہ ۱۹۹۴ء میں پیش کیا تھا۔ مکارم شیرازی نے جوانی کے ایام سے ہی کتابوں کی تالیف کا آغاز کر دیا تھا، ۲۰۱۱ء کی دہائی تک ان کی تالیف و طبع شدہ کتب کی تعداد سو تک پہنچ چکی تھی۔ وہ مجلّہ مکتب اسلام کے مدیروں میں سے خاص طور پر ایران میں اسلامی انقلاب کی کامیابی سے پہلے، رہ چکے ہیں۔ تفسیر نمونہ، عصر حاضر کی مہم ترین تفاسیر قرآن مجید میں سے ایک ہے جسے ایک گروہ نے ان کی سرپرستی میں تالیف کیا ہے۔ مکارم شیرازی ایسے فتاوی کے مالک ہیں جو فقہ شیعہ امامیہ میں کم سابقہ ہیں، جیسے سگریٹ نوشی کی حرمت اور عدم نجاست ذاتی کفار۔ دینی مدارس جیسے مدرسہ علمیہ امام کاظمؑ، تحقیقاتی ادارے جیسے مرکز تخصصی شیعہ شناسی اور اسی طرح سے سٹیلائٹ ٹی وی چینل ولایت ان اداروں میں شامل ہیں جو ان کے دفتر کی طرف سے چلائے جارہے ہیں۔

ناصر مکارم شیرازی، ان فعال علماء اور انقلابی خطباء میں سے ہیں جو اسلامی انقلاب سے پہلے ایران کے مختلف شہروں میں فعالیت انجام دینے کی وجہ سے جیل جا چکے ہیں اور جلا وطن کئے گئے ہیں۔ وہ جمہوری اسلامی ایران کے قانون اساسی کی تدوین کے سلسلہ میں مجلس خبرگان کے رکن رہ چکے ہیں۔ سنہ ۲۰۱۴ء بمطابق ۱۳۹۳ ہجری شمسی میں دہشتگرد گروہ داعش کے جرائم پر رد عمل کے طور

پر ایک بین الاقوامی کانفرنس ان کی مدیریت میں منعقد ہو چکی ہے جس کا عنوان تھا: عالمی کانفرنس، افراطی و تکفیری تحریکیں علمائے اسلام کی نظر میں، جس میں دنیا بھر کے اسی (۸۰) ممالک کے علماء نے شرکت کی

ناصر مکارم شیرازی، جمہوری اسلامی ایران کے معروف ترین مرجع تقلید میں سے ہیں اور ان کا شمار ان سات فقہا میں سے ہوتا ہے جنہیں مرجعیت کے شرائط کا اہل قرار دے کر ان کے نام کا سرکاری طور پر اعلان آذر سنہ ۱۹۹۴ء میں آیت اللہ محمد علی اراکی کی رحلت کے بعد جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم کی طرف سے کیا گیا ہے

علمی و ثقافتی کارنامے

ناصر مکارم شیرازی نے جوانی کے ایام سے ہی تحقیق و تالیف کا کام شروع کر دیا تھا اور وہ حوزہ علمیہ میں رائج علوم کی تحصیل کے ساتھ ساتھ ثقافتی امور پر نہایت سنجیدگی سے توجہ دیتے تھے اور ان کی یہ فعالیت ایسے حالات میں تھی کہ جب حوزوی مولفین کی تعداد اس دور میں بہت کم تھی

جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم کی تشکیل

آیت اللہ مکارم شیرازی اس کمیٹی کے بنیادی ارکان میں سے تھے جو آیت اللہ بروجردی کے زمانہ میں حوزات علمیہ کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے تشکیل دی گئی تھی۔ س کمیٹی کی فعالیت جاری رہی اور آگے جا کر سن ۱۹۶۶ء میں جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم کی تاسیس و تشکیل کا سبب بنی۔ ناصر مکارم شیرازی اب بھی جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم کے رکن ہیں۔

تالیفات و تصنیفات

ناصر مکارم شیرازی نے جوانی کے ایام سے کتابوں کی تالیف شروع کر دی تھی۔ ان کے آثار و تالیفات کی تعداد سو (۱۰۰) تک پہنچ چکی ہے۔ اگرچہ جن بعض کتابوں پر ان کا نام شائع ہوا ہے وہ در اصل ان کے زیر نظر اور بعض دوسرے مصنفین کے تعاون سے تالیف کی گئی ہیں۔ البتہ ان میں بہت سی کتب خود کی ذاتی کاوش سے تحریر اور شائع ہوئی ہیں۔ آیت اللہ مکارم شیرازی کی کتابیں قرآن، سیرت معصومین (ع)، اعتقادی، فقہی، اخلاقی، ادعیہ اور زیارات جیسے مختلف موضوعات پر تالیف کی گئی ہیں۔

تفسیر نمونہ

یہ تفسیر آیت اللہ مکارم شیرازی اور حوزہ کے بعض دوسرے مصنفین کی کاوش کا نتیجہ ہے جن میں یہ حضرات شامل ہیں: محمد رضا آشتیانی، محمد جعفر امامی، محمود عبد اللہی، محسن قرائتی اور محمد محمدی اشتہاردی۔ ان حضرات نے پندرہ (۱۵) سال کی مدت میں اسے ۲۷ جلدوں میں تحریر کیا ہے۔[۳۲] تفسیر نمونہ آسان زبان میں لکھی گئی ہے تاکہ عوام الناس کے لئے قابل فہم رہے۔ اس تفسیر میں آیات قرآنی کی تشریح و تبیین کے ساتھ سماجی مسائل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس میں بعض مقامات پر علمی مطالب بھی بیان کئے گئے ہیں، اسی سبب کا اس کا شمار علمی تفاسیر میں ہوتا ہے

دیگر تصانیف:

۔ پیام قرآن

۔ پیام امام امیر المومنینؑ

۔ مفاتیح نوین

۔ فقہ مقارن انسائکلوپیڈیا

۔ انوار الفقاهة فی احکام العترة الطاہرة

دوسری زبانوں میں ترجمہ

آیت اللہ مکارم شیرازی کی بعض کتب کے علاوہ جو عربی زبان میں تالیف کی ہیں، ان کی بہت سی کتابیں مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو کر طبع ہو چکی ہیں۔ جن میں عربی، انگریزی، اردو، آذربائیجانی، روسی، فرانسوی، اسپانیائی اور ہندی زبانیں شامل ہیں۔

حوزہ علمیہ قم کے استاد آیت اللہ شیخ ناصر مکارم شیرازی کے زیر سرپرستی جن دس علمائے کرام نے اس مایہ ناز تفسیر کی تدوین کی ہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۔ حجۃ الاسلام والمسلمین جناب محمد رضا آشتیانی،

۔ حجۃ الاسلام والمسلمین جناب محمد جعفر امامی،

۔ حجۃ الاسلام والمسلمین جناب داود الٰہای،

۔ حجۃ الاسلام والمسلمین جناب اسد اللہ ایمانی،

۔ حجۃ الاسلام والمسلمین جناب عبد الرسول حسنی،

۔ حجۃ الاسلام والمسلمین جناب سید حسن شجاعی

۔ حجۃ الاسلام والمسلمین جناب سید نور اللہ طباطبائی،

حجۃ الاسلام والمسلمین

۔ حجۃ الاسلام والمسلمین جناب محسن قرائتی،

۔ حجۃ الاسلام والمسلمین جناب محمد محمدی اشتہاردی

تفسیر نمونہ کی تدوین میں چند تفاسیر سے استفادہ کیا گیا ہے ان کے اسامی درج ذیل ہیں:

۔ تفسیر مجمع البیان مولف علامہ طبرسی

۔ تفسیر تبیان مولف شیخ طوسی

۔ تفسیر المیزان مولف علامہ محمد حسین طباطبائی

۔ تفسیر صافی مولف علامہ محسن فیض کاشانی

۔ تفسیر نور الثقلین مولف علامہ عبد علی بن جمعہ الحویزی

۔ تفسیر برہان مولف سید ہاشم بحرینی

۔ تفسیر روح المعانی مولف علامہ شہاب الدین محمود آلوسی

۔ تفسیر المنار مولف محمد رشید رضا تقریرات درس تفسیر شیخ محمد عبدہ

۔ تفسیر فی ظلال القرآن مولف سید قطب مصری

۔ تفسیر قرطبیّ مولف محمد بن احمد انساری قرطبیّ

۔اسباب النزول مولف واحدی نیشاپوری

تفسیر مفاتیح الغیب مولف فخر رازی۔ تفسیر روح الجنان مولف ابوالفتوح رازی

اس تفسیر کی سب سے اہم ترین خصوصیت تو اس کا سادہ اور عام فہم ہونا قرار دیا جاتا ہے جبکہ خود مولفین کی جانب سے اس کی پہلی جلد کے مقدمے میں بعض دیگر درج ذیل خصوصیات کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔

پہلی خصوصیت

قرآن چونکہ کتاب زندگی ہے۔اس لیے آیات کی ادبی و عرفانی تفسیر کے زندگی کے مادی، معنوی، تعمیر نو کرنے والے، اصلاح کنندہ، زندگی سنوارنے والے اور بالخصوص اجتماعی مسائل کی طرف توجہ دی گئی ہے اور زیادہ تر انہی مسائل کا تذکرہ کیا گیا ہے جو فرد اور معاشرے کی زندگی سے نزدیک کا تعلق رکھتے ہیں

دوسری خصوصیت

آیات میں بیان کیے گئے عنوانات کو ہر آیت کے ذیل میں جچی تلی اور مستقل بحث کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً سود، غلامی، عورتوں کے حقوق، حج کا فلسفہ، قمار بازی کی حرمت کے اسرار، سور کا گوشت، جہاد اسلامی کے ارکان و اہداف وغیرہ کے موضوعات پر بحث کی گئی ہے تاکہ قارئین اس ایک اجمالی مطالعے کے لیے دوسری کتب کی طرف رجوع کرنے سے بے نیاز ہو جائیں۔

تیسری خصوصیت

کوشش کی گئی ہے کہ آیات ذیل میں ترجمہ رواں، سلیس منہ بولتا لیکن گہرا اور اپنی نوع کے لحاظ سے پر کشش اور قابل فہم ہو۔

چوتھی خصوصیت

لاحاصل ادبی بحثوں میں پڑھنے کی بجائے خصوصی توجہ اصلی لغوی معانی اور آیات کے شان نزول کی طرف دی گئی ہے کیونکہ قرآن کے دقیق معانی سمجھنے کے لیے یہ دونوں چیزیں زیادہ موثر ہیں۔

پانچویں خصوصیت

مختلف اشکالات، اعتراضات اور سوالات جو بعض اوقات اسلام کے اصول وفروع کے بارے میں کئے جاتے ہیں ہر آیت کی مناسبت سے ان کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کا جچا تلا اور مختصر سا جواب دے دیا گیا ہے۔ مثلاً شبہ اکل وماکول، معراج، تعداد ازواج، عورت اور مرد کی میراث کا فرق، عورت اور مرد کے خون بہا میں اختلاف، قرآن کے حروف مقطعات، احکام کی منسوخی، اسلامی جنگیں اور غزوات، مختلف الٰہی آزمائشیں، اور ایسے ہی بیسویں سوالوں کے جوابات اس طرح دیئے گئے ہیں کہ آیات کا مطالعہ کرتے وقت محترم قاری کے ذہن میں کوئی استفہامی علامت باقی نہ رہے۔

چھٹی خصوصیت

ایسی پیچیدہ علمی اصطلاحات جن کی نتیجے میں کتاب ایک خاص صنف سے مخصوص ہو جائے سے دوری اختیار کی گئی ہے البتہ ضرورت کے وقت علمی اصطلاح کا ذکر کرنے کے بعد اس کی واضح تفسیر و تشریح کر دی گئی ہے۔

۱۔اس تفسیر میں قرآن مجید کی تمام آیات کا تفصیلی بیان دیا گیا ہے

۲۔ تفسیر نمونہ کے تمام احکام کو احادیث کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

۳۔ تفسیر میں تمام آیات کے تفصیلی بیان کے علاوہ قرآن کے تمام جزوں کا بھی مکمل بیان دیا گیا ہے

۴۔اس تفسیر میں قرآن کے ترجمہ کے ساتھ ساتھ تفسیر بھی شامل ہے

۵۔ تفسیرِ نمونہ کے تمام بابوں کو منظّم طریقے سے ہجوم دیا گیا ہے

۶۔اس تفسیر میں حوالوں کی مکمل فہرست دی گئی ہے جس کے ذریعے قرآن مجید کے احکام کے معنیوں کو مزید سمجھا جاسکتا ہے

۷۔ تفسیرِ نمونہ میں قرآن کے تمام جزوں کے معانی کو ایک بہت سادہ اور عام فہم زبان میں بیان کیا گیا ہے

۸۔ تفسیر نمونہ میں ہر سورہ کی خصوصیات ورپڑھنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے

۹۔اس تفسیر میں قرآن کے تمام احکام کے علاوہ قرآن مجید کے تاریخی و سیاسی پیچیدگیوں کو بھی بیان کیا گیا ہے

۱۰۔ تفسیرِ نمونہ کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں قرآنی احادیث کے بھی حوالے دیے گئے ہیں

۱۔اس تفسیر کے ذریعے قرآن مجید کے تمام احکام کو سمجھا جاسکتا ہے

۲۔ تفسیرِ نمونہ میں دیے گئے تمام حوالے قرآن کے معانی کے بارے میں مزید علم حاصل کرنے کے لیے بہت فائدہ مند ہے

۳۔ تفسیرِ نمونہ کے بابوں میں قرآن کے متن کے علاوہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، تاریخِ اسلام، فقہ، عقیدہ، تفسیر اور دیگر موضوعات پر بھی بہت کچھ بیان کیا گیا ہے۔

۴۔اس تفسیر میں قرآن کے تمام احکام کے ساتھ ساتھ آیتوں کے تفصیلی ترجمہ اور تفسیر شامل ہے۔

۵۔اس تفسیر میں قرآن کے تمام احکام کے علاوہ قرآن مجید کے تاریخی و سیاسی پیچیدگیوں کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

٦۔ تفسیرِ نمونہ میں قرآن کے مختلف مسائل کے حل اور شرح دیا گیا ہے

۷۔اس تفسیر میں قرآن پاک کی تمام سورتوں کے تفسیر موجود ہیں۔

۸۔ تفسیرِ نمونہ کے بابوں میں مختلف موضوعات پر غور کیا گیا ہے، جیسے کہ انسانی حیات، نظامِ عالم، طب، فضائیات، نفسیات اور دیگر موضوعات۔

۹۔اس تفسیر کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں آیتوں کی تشریح کے ساتھ ساتھ قرآنی اصول اور ان کے تعلیمات کو بھی واضح کیا گیا ہے۔

۱۰۔ تفسیرِ نمونہ میں موجود بابوں کی فہرست شامل ہے جس میں تمام بابوں کا عنوان اور مضامین کی فہرست دی گئی ہے۔

۱۱۔ تفسیرِ نمونہ میں مختلف طبقات کے لوگوں کے لئے علمی، تاریخی، سیاسی، اخلاقی اور دینی موضوعات پر بھی غور کیا گیا ہے

۱۲۔ تفسیرِ نمونہ میں موجود مضامین کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے جس کی وجہ سے اس تفسیر کو قرآن کے تفاسیر کی دنیا میں اہمیت حاصل ہے

۱۳۔اس تفسیر کو پڑھ کر قاریوں کو قرآن کے معنوں کی اصل سمجھ ہوتی ہے جس سے ان کے دل میں دین اور ایمان کی بڑھتی ہوئی شعور پیدا ہوتی ہے

سورہ حمد (فاتحہ الکتاب)

سورہ حمد : مکی سورت ہے اور اس کی سات آیات ہیں

اساس قرآن (ام الکتاب)

نبی اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق سورہ حمد ام الکتاب ہے۔ ایک مرتبہ جابر بن عبداللہ انصاری آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا

الا اعلمک افضل سورۃ انزلھا اللہ فی کتابہ قال فقال لہ جابر بلی بابی انت وامی یا رسول اللہ علمنیھا فعلمہ الحمد ام الکتاب۔۔۔

کیا تمہیں سب سے فضیلت والی سورت کی تعلیم دوں جو خدا نے اپنی کتاب میں نازل فرمائی ہے؟ جابر نے عرض کیا جی ہاں! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، مجھے اس کی تعلیم دیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے سورہ حمد جو ام الکتاب ہے انہیں تعلیم فرمائی اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ سورہ حمد موت کے علاوہ ہر بیماری کے لئے شفاء ہے۔ (بحوالہ: مجمع البیان، نور الثقلین، آغاز سورہ حمد)

آپ کا یہ بھی ارشاد ہے:

والذی نفسی بیدہ ما انزل اللہ فی التوراۃ ولا فی الزبور ولا فی القرآن مثلھا ھی ام الکتاب۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے خداوند عالم نے تورات، انجیل، زبور یہاں تک کہ قرآن میں بھی اسی کوئی سورۃ نازل نہیں فرمائی اور یہ ام الکتاب ہے

تلاوت کی تاکید

تلاوت کی تاکید: سورہ حمد کی فضیلتوں کے بیانات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ احادیث اسلامی میں جو شیعہ و سنی کتب میں موجود ہیں، اس کی تلاوت کے متعلق اتنی تاکید کیوں کی گئی ہے۔اس کی تلاوت انسان کو روح ایمان بخشتی ہے اور اسے خدا کے نزدیک کرتی ہے۔اس سے دل کو جلا ملتی ہے اور روحانیت پیدا ہوتی ہے۔اس سے انسانی ارادے کو کامیابی میسر آتی ہے۔اس سورہ کی تلاوت سے خالق و مخلوق کے مابین انسانی جستجو فزوں تر ہوتی ہے۔ نیز انسان اور گناہ وانحراف کے درمیان رکاوٹ بنتی ہے۔اسی بناء پر

حضرت صادق (علیہ السلام) نے ارشاد فرمایا ہے:

شیطان نے چار دفعہ نالہ وفریاد کیا۔پہلا وہ موقع تھا جب اسے راندہِ درگاہ کیا گیا۔ دوسرا وہ وقت تھا جب اسے بہشت سے زمین کی طرف اتارا گیا۔ تیسرا وہ لمحہ تھا جب حضرت محمد ﷺ کو مبعوث برسالت کیا گیا اور آخری وہ مقام تھا جب سورہ حمد کو نازل کیا گیا۔ (بحوالہ: نور الثقلین جلد اول ص ۴۔)

سورہ حمد کے موضوعات

اس سورہ کی سات آیات میں سے ہر ایک، ایک اہم مقصد کی طرف اشارہ کرتی ہے:

"بسم اللہ" ہر کام کی ابتداء کا سرنامہ ہے اور ہر کام کو شروع کرتے وقت ہمیں خدا کی ذات پاک سے مدد طلب کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔

"الحمد للہ رب العالمین" یہ اس بات کا درس ہے کہ تمام نعمتوں کی بر گشت اور تمام موجودات کی پرورش و تربیت کا تعلق صرف اللہ کے ساتھ ہے۔ یہ امر اس حقیقت سے مربوط ہے کہ تمام عنایات کا سرچشمہ اسی کی ذات پاک ہے۔

"الرحمٰن الرحیم" یہ اس بات کا تکرار ہے کہ خدا کی خلقت، تربیت اور حاکمیت کی بنیاد رحمت و عطوفت پر ہے اور دنیا کا نظام تربیت اسی قانون پر قائم ہے۔

"مالک یوم الدین" یہ آیت معاد، اعمال کی جزاو سزا اور اس عظیم عدالت میں خداوند عالم کی حاکمیت کی جانب توجہ دلاتی ہے۔

" "ایاک نعبد و ایاک نستعین" " یہ توحید عبادی کا بیان ہے اور انسانوں کے لئے اس اکیلے مرکز کا تذکرہ ہے جو سب کا آسرا او سہارا ہے۔

"اھدنا الصراط المستقیم" یہ آیت بندوں کی احتیاج ہدایت اور اشتیاق ہدایت کو بیان کرتی ہے۔ یہ آیت اس طرف بھی توجہ دلاتی ہے کہ ہر قسم کی ہدایت اسی کی طرف سے ہے۔

سورہ کی آخری آیت اس بات کی واضح اور روشن نشانی ہے کہ صراط مستقیم سے مراد ان لوگوں کی راہ ہے جو نعمات الٰہیہ سے نوازے گئے ہیں اور یہ راستہ مغضوب اور گمراہوں کے راستے سے جدا ہے

تفسیر الدر المنثور کا تعارف

تفسیر الدر المنثور، جس کا پورا نام الدر المنثور فی التفسیر بالماثور

مفسر علامہ عبد الرحمٰن جلال الدین سیوطی تفسیر کی ایک اہم کتاب در منثور ہے

یہ دراصل امام سیوطی کی مصنفہ ایک عربی تفسیر ہے الدر المنثور فی التفسیر بالماثور۔ الدر المنثور ایک تفسیر بالماثور ہے جو امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی کی مایہ ناز تفسیر ہے

جس میں دس ہزار سے زائد احادیث کو جمع فرمایا ہے

علامہ سیوطی اس کے متعلق خود فرماتے ہیں کہ میں نے یہ ایسی تفسیر مرتب کی ہے جس میں تمام احادیث و آثار کو اسانید کے ساتھ نقل کیا اور جن کتب سے نقل کیا تھا ان کا حوالہ بھی دیا لیکن میں نے دیکھا کہ لوگوں کی ہمتیں کوتاہ ہو گئی ہیں، علم کے حصول کا شوق بھی قدرے ماند پڑ گیا ہے اور ان کا ذوق اس تطویل کو پڑے تو میں نے صرف احادیث کے متون پر انحصار کیا اور ساتھ ساتھ ہر روایت اثر کا مخرج بھی ذکر کیا ہے

علامہ موصوف نے اس تفسیر میں اس بات کا خصوصی التزام فرمایا ہے کہ اس میں اپنی رائے کو بالکل ذکر نہیں فرمایا۔ یعنی انہوں نے اس تفسیر میں جتنی بھی روایتیں نقل فرمائی ہیں ان میں اپنی رائے کے عمل کو خلط ملط نہیں کی۔ واضح رہے کہ مؤلف نے اس تفسیر میں صحیح و غیر صحیح دونوں قسم کی روایات کو جمع کیا ہے، ان کا ارادہ تھا کہ نظر ثانی کے وقت وہ صحیح کو غیر صحیح روایات سے ممتاز فرمائیں گے لیکن افسوس! کہ زندگی نے وفا نہ کی اور یہ کام ادھورا رہ گیا۔

جلال الدین سیوطی

امام جلال الدین سیوطی (پیدائش: ۱۲ اکتوبر ۱۴۴۵ء —وفات: ۱۷ اکتوبر ۱۵۰۵ء) اصل نام عبد الرحمان، کنیت ابو الفضل، لقب جلال الدین اور عرف ابن کتب تھا۔ ایک مفسر، محدث، فقیہ اور مورخ تھے۔ آپ کی کثیر تصانیف ہیں، آپ کی کتب کی تعداد ۵۰۰ سے زائد ہے۔ تفسیر جلالین اور تفسیر در منثور کے علاوہ قرآنیات پر الاتقان فی علوم القرآن علما میں کافی مقبول ہے اس کے علاوہ تاریخ اسلام پر تاریخ الخلفاء مشہور ہے

تعلیمی سفر

۸ سال کی عمر میں شیخ کمال الدین ابن الہمام حنفی کی خدمت میں رہ کر قرآن حفظ کیا۔ اس کے بعد شیخ شمس سیرامی اور شمس فرومانی حنفی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور ان دونوں حضرات سے بہت سی کتب پڑھیں۔ آپ کے اساتذہ میں شیخ شہاب الدین الشار مسامی اور شیخ الاسلام عالم الدین بلقینی، علامہ شرف الدین النادی اور علامہ محی الدین کافیجی قابل ذکر ہیں۔ علامہ سیوطی کا یہ

اشتغال علمی ۸۶۴ھ سے شروع ہوتا ہے، فقہ اور نحو کی کتب ایک جماعت شیوخ سے پڑھیں۔ علم فرائض شیخ شہاب الدین الشار مسامی سے پڑھا۔ ۸۶۶ھ کے آغاز میں ہی آپ کو عربی تدریس کی اجازت مل گئی اور اسی سال آپ نے سب سے پہلے شرح استعاذ اور شرح بسم اللہ تصنیف کی اور ان دونوں کتب پر آپ کے استاد خاص شیخ عالم الدین بلقینی نے تقریظ لکھی تھی۔ مختلف شیوخ سے علوم و فنون کی تکمیل کے بعد ۸۷۱ھ میں افتاء کا کام شروع کیا۔ ۸۷۲ھ میں آپ کو دورہ حدیث کا شرف بھی حاصل ہو گیا۔

سورہ فاتحہ

امام عبد بن حمید عید میں کتاب صلاۃ میں اور ابن الانباری نے المصاحف میں محمد بن سیرین حسین رحمۃ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فاتحہ لکتاب اور معوذتین آمین اللھم ایاک نعبد وایاک نستعین لکھتے تھے لیکن حضرت ابن مسعود من رضی اللہ نے ان سے کچھ بھی نہ لکھتے تھے تھے حضرت عثمان بن عفان ان اللہ نے فاتحۃ الکتاب اور معوذتین لکھتے تھے

امام عبد بن حمید نے ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا عبداللہ قرآن حکیم میں فاتحہ الکتاب نہیں لکھتے تھے اور فرماتے اگر میں اس سے لکھتا تو سب سے پہلے لکھتا۔

ابو میسرا کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہ میں آواز سنتا ہوں بخدا مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی اہم حادثہ واقعہ ہونے والا ہے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کو

کسی پریشانی اور مصیبت میں گرفتار نہیں کرے گا اللہ کی قسم آپ امانت دار ہیں صلہ رحمی کرتے ہیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم گھر پر تشریف فرما تھے نے حضرت ابوبکر کے سامنے حضور کی گزشتہ گفتگو کا ذکر کیا اور کہا کہ تم محمد کے ساتھ ورقہ کے پاس جاؤ جب رسول اللہ تشریف لائے تو ابوبکر نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور کہا ہم اپنے ساتھیوں کے پاس چلو رسول نے پوچھا مجھے یہ ساری باتیں کس نے بتائیں ابوبکر نے کہا حضرت خدیجہ رضی اللہ نے اور ابوبکر دونوں پر کے پاس گیا اور سارا ماجرہ بیان کیا فرمایا جب میں اکیلا ہوتا ہوں تو پیچھے سے یا محمد یا محمد کی آواز آتی ہے تو می بھگ جاتا ہوں تو ورقہ نے کہا آئندہ بھاگنا نہی۔

آئندہ رسول تنہا تھے تو آواز ای تو رسول نہیں بھاگے ور ساتھ بڑھا تو احمد پروائی ور اس کے بعد کلمہ بھی پڑھوایا۔ تو ورقہ نے بتایا آپ نبی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا جب تم الحمد پڑھو تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ لو یہ سورہ ام القرآن ام الکتاب اور سب مثانی ہیں اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس کی آیتوں میں سے ایک ہے

تفسیر در منثور میں اگر ہم سورہ حمد کو دیکھیں تو اس میں ہمیں نظر آتا ہے ہے کہ اس میں بہت سی ایسی احادیث جمع کی گئی ہیں جو کہ فرد واحد سے آئی ہیں یا وہ صحیح نظر نہیں آتی جیسا کہ لکھا گیا کہ رسول خدا خود ہی نہیں جانتے تھے کہ وہ نبی ہیں اور ورقہ بن نوفل نے ان کو بتایا کہ وہ نبی ہیں جبکہ

اس کے مقابل میں اگر تفسیر نمونہ دیکھی جائے تو اس میں بہترین طریقے سے تفسیر نمونہ میں میں تمام روایات آئمہ علیہ السلام یا رسول خدا یا قرآن سے لی گئ ہے اس میں بہت بہترین طریقے سے ہر سورہ کے بارے میں بتایا گیا ہے کتنی آیات ہیں مکی سورہ ہے یا مدنی سورہ ہے اس کے بعد تلاوت کی تاکید سورہ حمد کے موضوعات جس میں ہر لفظ کو کس طرح سے اس کا ترجمہ اور اس کے کی معنی اور اس کی تفاسیر بیان کی گئ ہے اسی وجہ سے تفسیر نمونہ دور حاضر کی بہترین تفاسیر میں سے ایک تفسیر ہے جس کو پڑھنے سے قرآن کو سمجھنے میں بہت آسانی ہوتی ہے

تفسیر الدر المنثور

جس طرح سے کہ تفسیر در منثور اور اور تفسیر نمونہ دونوں بے مثال تفاسیر میں سے ہیں لیکن اگر دونوں کا تقابل کیا جائے تو جس طرح سے کہ جلال الدین سیوطی خود یہ کہتے ہیں کہ میں نے اس میں صحیح اور غیر صحیح تمام روایات کو جمع کیا ہے جبکہ علامہ مکارم شیرازی

ناصرف خود بلکہ مایا ناز علماء کے ذریعے اس تفسیر کی ایک ایک چیز کو اور تمام روایات ائمہ اور رسول خدا سے لی گئ ہیں

اگر ہم دونوں تفاسیر تفسیر در منثور اور تفسیر نمونہ کا تقابل کرے تو تفسیر در منثور میں علامہ علامہ جلال الدین سیوطی تو جیسے بہت ساری ایسی روایات بیان کی گئ ہیں کہ جو کہ غیر سہی لگتی ہیں یا وہ احادیث لی گئ ہیں کہ جو فرد واحد سے آئی ہے

تفسیر نمونہ

قرآن کی تفاسیر میں تفسیر نمونہ عصر حاضر کی اہم ترین تفسیر جو آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی کی سرپرستی میں جلیل القدر علمائے کرام کے ایک گروہ کی ۱۵ سالہ محنتوں کا ثمر ہے۔ یہ کام اصل میں فارسی میں لکھا ہے، لیکن یہ عربی اور اردو سمیت دیگر زبانوں میں ترجمہ کیا چکا ہے۔ اس تفسیر کی اہم ترین خصوصیت عام فہم ہونا ہے، یعنی تفسیر کے بیان اور مطالب عام افراد اور عام قبائل کے لیے قابل فہم ہیں۔

قرآن کیونکہ زندگی کی کتاب ہے اسی لیے آیات کی تفسیر میں ادبی و عرفانی اور اسی طرح کے دیگر مسائل کی بجائے زندگی کو بنانے والے مادی، معنوی بالخصوص اجتماعی مسائل پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ اور وہ مسائل جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی سے زیادہ وابستہ ہیں ان پر کافی زیادہ بحث کی گئی ہے۔ آیات میں جو مختلف عنوان بیان ہوئے ہیں ان کی مناسبت سے ہر آیت کے ذیل میں بعض موضوعات کا خلاصہ دیا گیا ہے جیسے: ربا، غلامی، خواتین کے حقوق، حج کا فلسفہ، قمار، شراب اور سور کا گوشت حرام ہونے کا فلسفہ، اسلامی جہاد کے ارکان و اہداف، اور اسی طرح کے دوسرے موضوعات شامل ہیں۔ تاکہ قارئین صرف اس کے اجمالی مطالعے سے ہی دوسری کتابوں کی طرف رجوع کرنے سے بے نیاز رہیں۔

ایسی پیچیدہ علمی اصطلاحات سے گریز کیا گیا ہے جن کی وجہ سے کتاب خاص طبقے تک محدود ہو کر رہ جاتی ہے۔ البتہ ضرورت کے مطابق بعض اصطلاحات کو حاشیہ میں دے دیا گیا ہے تاکہ دانشور اور صاحبِ نظر افراد کے لیے بھی مفید ثابت ہو۔ تفسیر نمونہ میں آسان زبان اور قابل فہم انداز

میں ادبی، علمی و عرفانی مطالب، قرآن کی تشریح و تبیین کے ساتھ سماجی مسائل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔اسی سبب اس کا شمار گرانقدر علمی تفاسیر میں ہوتا ہے تفسیر نمونہ کی مقبولیت کی وجہ تفسیر کا آسان ہونا، مکمل ہونا اور آسانی سے دستیاب ہونا ہے تفسیر نمونہ کو آسانی سے انٹرنیٹ پر سرچ کیا جاسکتا ہے لنک ملاحظہ فرمائے۔

منابع

تفسیر در منثور ناشر: دار الاشاعت اردو بازار لاہور، ۲۰۱۲ء

۲. صنف: اینڈریو بیل — عنوان — Encyclopædia Britannica : ناشر: انسائیکلوپیڈیا

۳. — Identifiants et Référentiels اخذ شدہ بتاریخ: ۲ مئی ۲۰۲۰

۴. عبدالحلیم چشتی، فواہد جامعہ بر عجالا نافعۃ، کراچی۔

۵. تفسیر نمونہ تالیف اہل قلم کی ایک جماعت، مترجم سید صفدر حسین نجفی، جلد۱، ص

۶. آیت اللہ مکارم شیرازی کی سائٹ (http://makarem.ir)

۷. علی بابایی، احمد، برگزیدہ تفسیر نمونہ، تہران، دار الکتب الاسلامیہ، ۱۳۸۷ش.

۸. مکارم شیرازی ناصر با ہمکاری جمعی از نویسندگان، تفسیر نمونہ، تہران، دار الکتب الاسلامیۃ، ۱۳۵۴–۱۳۸۷ش

۹. تفسیر نمونہ، ج ۱، ص ۱۴

تفسیر نمونہ اور تفسیر منشور جاوید کا تعارف

از قلم : سید عمران علی غضنفر نقوی

زیر نظر: استاد ڈاکٹر جابر محمدی

خلاصہ

تحقیق حاضر دنیائے اسلام کی دو مشہور تفسیروں تفسیر نمونہ اور تفسیر منشور جاوید کے تعارف سے متعلق ہے اور اس میں مفسر کی شخصیت شناسی اور ان کی تفسیر کی شناخت سے متعلق چیدہ چیدہ خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے ۔آیۃ اللہ ناصر مکارم شیرازی کی زیر سرپرستی تفسیر نمونہ ستائیس جلدوں میں تحریر کی گئ جس کی زبان بہت سلیس اور رواں اور سادہ ہے ، اصل میں یہ تفسیر فارسی زبان میں حضرت آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی کی زیر سرپرستی محققین کی ایک جماعت نے لکھی جسے فارسی زبان میں بہت ہی زیادہ پذیرائی ملی ہے پھر اس تفسیر کی افادیت اور اہمیت کو دیکھتے ہوئے اس کا اردو ترجمہ علامہ سید صفدر حسین نجفی مرحوم نے انجام دیا اور اس تفسیر کو کئی بار اردو زبان میں اشاعت کیا جا چکا ہے ۔ اسی طرح دوسری تفسیر بھی اہل تشیع کے بہت معروف مفسر آیت اللہ شیخ جعفر سبحانی نے تحریر کی ہے جو حوزہ علمیہ قم کی مایہ شخصیات میں شمار ہوتے ہیں اور انہوں نے کئی موضوعات پر قلم فرسائی کی ہے ان کی عقائد ، تاریخ اور سیرت پر بھی بہت ہی مایہ ناز کتب موجود ہیں لیکن تفسیر منشور جاوید بہت ہی بہترین انداز میں تحریر کی گئ جس کا مختصر تعارف انشاءاللہ اگلی سطور میں پیش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے ۔ ان دونوں تفسیروں کی جو مشترکہ خصوصیات ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ دونوں عصری تقاضوں کے مطابق اور عصری زبان

میں تحریر کی گئی ہیں لہٰذا ان کا بیان بہت سلیس، سادہ اور روان ہے اور قاری کے لیے قرآن فہمی کو بہت آسان کرکے پیش کیا گیا ہے۔

بنیادی کلمات: تفسیر، نمونہ، منشور جاوید، مکارم شیرازی، جعفر سبحانی، اردو

تمہید

اس تحقیق میں دنیائے تشیع کی دو معروف تفسیروں تفسیر نمونہ اور تفسیر منشور جاوید کا تعارف پیش کیا گیا ہے اور اس میں کوشش کی گئی ہے کہ سب سے پہلے ان دو تفسیروں کے مفسرین کی شخصیت شناسی کی جائے اور ان کی علمی خدمات کا بہت ہی مختصر انداز میں اشارہ پیش کیا جائے اور اس کے بعد ان کی تفسیر کا تعارف اور ان کی خصوصیات کا ذکر کیا جائے تاکہ قاری ان تفسیروں کو زیادہ دلچسپی اور رغبت سے پڑھے۔ ذیل میں سب سے پہلے تفسیر نمونہ اور پھر تفسیر منشور جاوید کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

تفسیر نمونہ کا تعارف

نام کتاب: تفسیر نمونہ۔

زیر نظر: آیت اللہ استاد محقق ناصر مکارم شیرازی، نگارش: اہل قلم کی ایک جماعت۔

آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی کا تعارف:

ناصر مکارم شیرازی، ان فعال علماء اور انقلابی خطباء میں سے ہیں جو اسلامی انقلاب سے پہلے ایران کے مختلف شہروں میں فعالیت انجام دینے کی وجہ سے جیل جا چکے ہیں اور جلاوطن کئے گئے ہیں۔ وہ جمہوری اسلامی ایران کے قانون اساسی کی تدوین کے سلسلہ میں مجلس خبرگان کے رکن رہ چکے ہیں۔ سنہ ۲۰۱۴ء بمطابق ۱۳۹۳ ہجری شمسی میں دہشتگرد گروہ داعش کے جرائم پر رد عمل کے طور پر ایک بین الاقوامی کانفرنس ان کی مدیریت میں منعقد ہو چکی ہے جس کا عنوان تھا: عالمی کانفرنس، افراطی و تکفیری تحریکیں علمائے اسلام کی نظر میں، جس میں دنیا بھر کے اسی (۸۰) ممالک کے علماء نے شرکت کی۔

سوانح عمری و تعلیم

ناصر مکارم شیرازی سنہ ۱۹۲۷ء میں ایران کے شہر شیراز میں متولد ہوئے۔ ان کے والد تجارت پیشہ تھے۔ انہوں نے ابتدائی و ہائی اسکول کی تعلیم شیراز میں ہی حاصل کی اور ۱۴برس کی عمر میں شیراز کے مدرسہ آقا بابا خان میں دینی تعلیم کا آغاز کیا اور ۱۸برس کی عمر میں (۱۹۴۵ء) میں حوزہ علمیہ قم میں وارد ہوئے۔ سنہ ۱۹۵۱ کو نجف اشرف کا سفر کیا لیکن وہاں ایک سال تک رہنے اور تعلیم حاصل کرنے کے بعد قم واپس آ گئے۔

ناصر مکارم شیرازی نے قم میں آیت اللہ بروجردی، سید محمد حجت کوہ کمرہ ای اور سید محمد محقق داماد کے دروس میں شرکت کرتے تھے۔ اور نجف اشرف میں آیت اللہ خوئی اور سید محسن الحکیم کے دروس میں شرکت کیا کرتے تھے۔ نجف سے واپسی میں چوبیس برس کے سن میں انہوں نے محمد باقر اصطہباناتی اور محمد حسین کاشف الغطا سے اجازہ اجتہاد حاصل کیا۔[1]

سید محمد حسینی بہشتی اور امام موسی صدر ان کے ہم درس رہ چکے ہیں۔[2]

مرجعیت

ناصر مکارم شیرازی، جمہوری اسلامی ایران کے معروف ترین مرجع تقلید میں سے ہیں اور ان کا شمار ان سات فقہا میں سے ہوتا ہے جنہیں مرجعیت کے شرائط کا اہل قرار دے کر ان کے نام کا سرکاری طور پر اعلان آذر سنہ ۱۹۹۴ء میں آیت اللہ محمد علی اراکی کی رحلت کے بعد جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم کی طرف سے کیا گیا ہے۔[3]

علمی و ثقافتی کارنامے

ناصر مکارم شیرازی نے جوانی کے ایام سے ہی تحقیق و تالیف کا کام شروع کر دیا تھا اور وہ حوزہ علمیہ میں رائج علوم کی تحصیل کے ساتھ ساتھ ثقافتی امور پر نہایت سنجیدگی سے توجہ دیتے تھے اور ان کی

---

۱ ۔ مکارم شیرازی، پیام قرآن، ۱۳۷۴ش، ج۱، ص۲۱.

۲ مکارم شیرازی، پیام قرآن، ۱۳۷۴ش، ج۱، ص۲۱.

۳ مکارم شیرازی، پیام قرآن، ۱۳۷۴ش، ج۱، ص۲۱.

یہ فعالیت ایسے حالات میں تھی کہ جب حوزوی مولفین کی تعداد اس دور میں بہت کم تھی۔[1] اس دور کی ان کی بعض فعالیت اس طرح سے ہیں:

منتخب کتاب سال کا انعام

ناصر مکارم شیرازی نے ۱۹۵۴ء[2] میں فیلسوف نماہا نام کی ایک کتاب تصنیف کی جسے ایران میں اس سال کی بہترین کتاب کے انعام سے نوازا گیا۔[3] اس کتاب میں انہوں نے داستان نویسی کی روش پر مارکسیزم کے نظریات پر تنقید پیش کی ہے۔[4] اس سے پہلے انہوں نے ایک کتاب جلوہ حق کے نام سے تالیف کی تھی جو صوفی فرقہ کے بطلان اور اس کے بڑھتے رجحان کے خلاف تھی۔[5]

مکتب اسلام کے دروس نامی مجلّہ کی اشاعت

آیت اللہ مکارم شیرازی اور حوزہ علمیہ کے بعض دوسرے افراد نے مل کر ایک مجلّہ مکتب اسلام کے دروس کے نام سے سن ۱۹۵۸ء شائع کرنا شروع کیا اور مجلّہ کی اشاعت کے ایک سال بعد بعض اراکین کے الگ ہو جانے کے سبب وہ اس کے مدیر اعلی اور نگراں بنا دیئے گئے[6] اور یہ ذمہ داری

---

۱ مکارم شیرازی، پیام قرآن، ۱۳۷۴ش، ج۱، ص۲۱.

۲ مکارم شیرازی، پیام قرآن، ۱۳۷۴ش، ج۱، ص۲۱.

۳ صدر، المدرسۃ القرآنیہ، ۱۴۲۱ق، ص۴۳-۲۰

٤ صدر، المدرسۃ القرآنیہ، ۱۴۲۱ق، ص۴۳-۲۰

٥ صدر، المدرسۃ القرآنیہ، ۱۴۲۱ق، ص۴۳-۲۰

٦ صدر، المدرسۃ القرآنیہ، ۱۴۲۱ق، ص۴۳-۲۰

۱۹۸٦ء تک ان کے سپرد رہی۔[1] ان کی بعض تالیف شدہ کتابیں وہی ہیں جو اس مجلّہ کے مختلف شماروں میں میں مقالہ کی شکل میں شائع ہو چکے تھے۔ جن میں معاد و جہان پس از مرگ، مشرق زمین بپاخیزد اور مھدی انقلاب بزرگ[2] جیسی کتابیں شامل ہیں۔ مجلّہ مکتب اسلام میں شائع ہونے والے ان کے اداریوں میں اکثر شاہ ایران کے خلاف تند و سخت اعتراض آمیز موقف ذکر ہوتے تھے، جس کے سبب کئی بار اس کو حکومت کی طرف سے پابندی کا سامنا کرنا پڑا۔[3]

جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم کی تشکیل

آیت اللہ مکارم شیرازی اس کمیٹی کے بنیادی ارکان میں سے تھے جو آیت اللہ بروجردی کے زمانہ میں حوزات علمیہ کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے تشکیل دی گئی تھی۔[4] اور ان کے انتقال کے بعد سنہ ۱۹٦۲ء تک چلتی رہی۔[5] یہ کمیٹی سنہ ۱۹٦۰ء میں حوزہ علمیہ کے امور[6] کی رسیدگی کی غرض سے آیت اللہ بروجردی کی زیر قیادت جو اس زمانہ میں حوزہ میں مرجع تقلید اور اس کے زعیم تھے، تشکیل دی گئی۔ اس میں آیت اللہ مکارم شیرازی کے علاوہ حسین علی منتظری، ربانی شیرازی، سید مھدی روحانی، سید موسی شبیری زنجانی، احمد آذری قمی، مہدی حائری تہرانی، محسن حرم پناہی اور جعفر سبحانی جیسے حوزوی افراد اس کے اراکین میں شامل تھے۔[7] اس کمیٹی کی فعالیت جاری رہی اور

---

۱ صدر، المدرسۃ القرآنیہ، ۱۴۲۱ق، ص ۴۳-۲۰
۲ صدر، المدرسۃ القرآنیہ، ۱۴۲۱ق، ص ۴۳-۲۰
۳ صدر، المدرسۃ القرآنیہ، ۱۴۲۱ق، ص ۴۳-۲۰
٤ صدر، المدرسۃ القرآنیہ، ۱۴۲۱ق، ص ۴۳-۲۰
٥ مسلم، مباحث فی التفسیر الموضوعی، ۱۴۱۰ش، ص ۱٦.
٦ مسلم، مباحث فی التفسیر الموضوعی، ۱۴۱۰ش، ص ۱٦.
۷ جلیلی، تفسیر موضوعی، ۱۳۸۷ش، ص ۲۴۔

آگے جا کر سن ۱۹۶۶ء میں جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم کی تاسیس و تشکیل کا سبب بنی۔[۱] ناصر مکارم شیرازی اب بھی جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم کے رکن ہیں۔[۲]

وابستہ مراکز وادارے

آیت اللہ مکارم شیرازی نے اپنی مرجعیت کے زمانہ میں دینی مدارس، تعلیمی و رفاہی ادارے اور ذرائع ابلاغ کے مراکز قائم کئے ہیں:

دینی مدارس

آیت اللہ مکارم شیرازی کے قائم کردہ دینی مدارس درج ذیل ہیں:

مدرسہ امیر المومنینؑ

یہ مدرسہ شہر قم میں ان کے دفتر کے عنوان سے مشہور ہے۔ اس میں وہ عوام سے ملاقات اور خطاب کرتے ہیں۔ ان کی معروف کتاب تفسیر نمونہ اسی مدرسہ میں تالیف ہوئی ہے اور اسی مدرسہ میں مدتوں وہ فقہ و اصول فقہ اور عقاید کے دورس خارج دیتے رہے ہیں۔[۳]

---

۱ جلیلی، تفسیر موضوعی، ۱۳۸۷ش، ص ۲۴۔

۲ مکارم شیرازی، پیام قرآن، ۱۳۷۴ش، ج۱، ص۲۱.

۳ مکارم شیرازی، پیام قرآن، ۱۳۷۴ش، ج۱، ص۲۱.

مدرسہ امام حسن مجتبیٰؑ

مدرسہ امام حسن مجتبی (ع) کی بنیاد سن ۱۹۹۰ء میں رکھی گئی اور یہ سن ۱۹۹۷ش تک غیر ایرانی طلاب کے ہاسٹل کے طور پر تھا۔ اس کے بعد سے اس میں دینی تعلیمی مدرسہ قائم کر دیا گیا۔ جس میں اس وقت ۹۰ طالب علم ہاسٹل میں قیام پذیر ہیں اور جو حوزہ کے پایہ اول سے پایہ سوم تک تحصیل علم میں مشغول ہیں۔[1]

فقہی امام موسی کاظمؑ

مدرسہ امام موسی کاظمؑ نے ماہ ستمبر ۲۰۱۷ء میں ۹۰ طلاب کے داخلہ کے ساتھ اپنے کام کا آغاز کیا اور اس کا شمار فقہ و اصول کے تخصصی مدارس میں ہوتا ہے جس میں حوزہ کے پایہ ۷ سے طلاب کا داخلہ ہوتا ہے۔ ۲۰۱۴ء میں تکفیر کے بارے میں ہونے والی بین الاقوامی کانفرنس اسی مدرسہ میں منعقد ہوئی تھی۔[2]

تعلیمی و تحقیقی ادارے

وہ تعلیمی و تحقیقی ادارے جو آیت اللہ مکارم شیرازی کے زیر نگرانی چل رہے ہیں، ذیل میں ان کا ذکر کیا جارہا ہے:

مرکز تخصصی شیعہ شناسی

---

۱ سبحانی، منشور جاوید قرآن، ۱۳۸۳ش، ج۱، ص ۲۳؛

۲ سبحانی، منشور جاوید قرآن، ۱۳۸۳ش، ج۱، ص ۲۳؛

مرکز تخصصی شیعہ شناسی نے ۲۰۱۲ء میں تشیع سے عملی دفاع، اسلام کے خلاف ہونے والے اعتراضات کے جوابات کے ذریعہ اس کا تحفظ، تشیع سے دفاع کے راہوں کی شناخت اور تمام مذاہب و مکاتب اسلامی کی جامع و مکمل شناخت کے اہداف کے ساتھ اس وجود عمل میں لایا گیا۔[۱]

بنیاد فقہ اہل بیتؑ

اس ادارہ نے سن ۲۰۰۲ء میں مدرسہ امام سجاد علیہ السلام میں اپنی فعالیت کا آغاز کیا اور اس میں دو موضوع کے تحت کام ہوتا ہے۔ ایک دائرۃ المعارف فقہ مقارن (۲۰۰۲ء) اور دوسرے آیات الاحکام کی تنظیم و ترتیب (۲۰۰۷ء)۔[۲]

دار الاعلام لمدرسۃ اہل البیتؑ

مرکز دار الاعلام وہابیت کی شناخت، تنقید و تحقیق اور اس سے مقابلہ کے راستوں کی شناخت اور شیعہ عقاید کے دفاع کے مقصد سے سن ۲۰۱۰ء میں تاسیس کیا گیا ہے۔ یہ مرکز ایک ایسی عمارت میں واقع ہے جس کا رقبہ تقریبا چار سو میٹر کے قریب ہے اور اسے تین طبقوں میں بنایا گیا ہے۔ اس کا نصاب تحقیق محور اور تحقیق پر مشتمل ہے۔ اس مرکز کے دوسرے کارناموں میں سے ایک وہابیت سے متعلق ایک تخصصی مجلّہ سراج منیر اور ایک انٹر ویب سائٹ وہابیت شناسی ہے۔[۳]

---

۱ مسلم، مباحث فی التفسیر الموضوعی، ۱۴۱۰ش، ص ۳۳-۳۰؛

۲ مسلم، مباحث فی التفسیر الموضوعی، ۱۴۱۰ش، ص ۳۳-۳۰؛

۳ یداللہ پور، مبانی و سیر تاریخی تفسیر موضوعی قرآن، ۱۳۸۳ش، ص ۱۵۷؛ ۳۰.

مرکز ۱۰۱ مدرسے

یہ مرکز سن ۲۰۰۰ ء میں اس ہدف کے ساتھ تاسیس کیا گیا کہ ملک کے سب سے عقب افتادہ و پچھڑے علاقوں میں جن میں مشرقی خراسان اور سیستان و بلوچستان کے علاقے شامل ہیں، مدارس تعمیر کرے گا۔ ان علاقوں میں اس مرکز کے تحت بننے والے مدارس کے نام عام طور پر الغدیر یا امیر المومنینؑ رکھے جاتے ہیں۔ بعض اہل خیر افراد ان مدارس کی تعمیر میں حصہ لیتے ہیں اور تعاون کرتے ہیں۔[1]

مدرسہ امام حسینؑ

مدرسہ امام حسین علیہ السلام میں تفسیر قرآن کریم سے متعلق تخصصی مرکز قائم کیا گیا ہے اور وقتی طور پر اس میں شیعہ شناسی کا تخصصی ادارہ بھی اپنی فعالیت انجام دے رہا ہے۔[2]

مدرسہ علمیہ دار المبلغین فلسفی

اس دینی مدرسہ میں جو مشہور واعظ اور خطیب محمد تقی فلسفی کے نام پر رکھا گیا ہے، یہ ان کے تہران کے گھر میں بنایا گیا ہے۔ اس مدرسہ کا مقصد مبلغین کی تربیت کرنا، انہیں مقتضیات و

---

۱ یداله پور، مبانی و سیر تاریخی تفسیر موضوعی قرآن، ۱۳۸۳ش، ص۱۵۷؛ ۳۰.

۲ یداله پور، مبانی و سیر تاریخی تفسیر موضوعی قرآن، ۱۳۸۳ش، ص۱۵۷؛ ۳۰.

حالات زمانہ سے متعارف کرانا، شبہات و اعتراضات سے آگاہ کرنا اور ان کے جوابات دینا اور اسی طرح تبلیغ دینی کے سلسلہ میں نظم و ہم آہنگی ایجاد کرنا ہے۔[1]

خاتم الانبیاء کمپلیکس شیراز

اس کامپلیکس میں پانچ ادارے قائم کئے گئے ہیں۔ اس میں مدرسہ، مسجد، پبلک لائبریری، دار القرآن اور دار القرآن کے لئے ایک وسیع ہال شامل ہے۔ یہ کامپلیکس شیراز میں آیت اللہ مکارم شیرازی کے وطن میں تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کا مجموعی رقبہ ۱۲ہزار پانچ سو میٹر ہے۔[2]

ذرائع ابلاغ

ناصر مکارم شیرازی نے جوانی کے ایام سے کتابوں کی تالیف شروع کر دی تھی۔ ان کے آثار و تالیفات کی تعداد سو (۱۰۰) تک پہنچ چکی ہے۔ اگرچہ جن بعض کتابوں پر ان کا نام شائع ہوا ہے وہ در اصل ان کے زیر نظر اور بعض دوسرے مصنفین کے تعاون سے تالیف کی گئی ہیں۔ البتہ ان میں بہت سی کتب خود کی ذاتی کاوش سے تحریر اور شائع ہوئی ہیں۔ آیت اللہ مکارم شیرازی کی کتابیں قرآن، سیرت معصومین (ع)، اعتقادی، فقہی، اخلاقی، ادعیہ اور زیارات جیسے مختلف موضوعات پر تالیف کی گئی ہیں

---

۱ طباطبایی، المیزان، ۱۳۹۳ق، ج۶، ص۹۱-۸۶۔

۲ طباطبایی، المیزان، ۱۳۹۳ق، ج۶، ص۹۱-۸۶۔

تفسیر نمونہ

یہ تفسیر آیت اللہ مکارم شیرازی اور حوزہ کے بعض دوسرے مصنفین کی کاوش کا نتیجہ ہے جن میں یہ حضرات شامل ہیں: محمد رضا آشتیانی، محمد جعفر امامی، محمود عبد اللہی، محسن قرائتی اور محمد محمدی اشتہاردی۔ ان حضرات نے پندرہ (۱۵) سال کی مدت میں اسے ۲۷ جلدوں میں تحریر کیا ہے۔[۱] تفسیر نمونہ آسان زبان میں لکھی گئی ہے تاکہ عوام الناس کے لئے قابل فہم رہے۔ اس تفسیر میں آیات قرآنی کی تشریح و تبیین کے ساتھ سماجی مسائل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس میں بعض مقامات پر علمی مطالب بھی بیان کئے گئے ہیں، اسی سبب کا اس کا شمار علمی تفاسیر میں ہوتا ہے۔[۲]

پیام قرآن

پیام قرآن، فارسی زبان میں قرآن کریم کی موضوعی تفسیر ہے جس کی تالیف آیت اللہ مکارم شیرازی اور حوزہ علمیہ قم کے مصنفین کے ایک گروہ نے کی ہے۔ اس کتاب کی تالیف آٹھ سال میں مکمل ہو کر ۱۰ جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں ہر موضوع کے شروع میں اس سے متعلق و مربوط آیات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد اس کے سلسلہ میں استنباط و استدلال کیا گیا ہے۔ تفسیر موضوعی پیام قرآن کا ترجمہ عربی زبان میں بھی ہو چکا ہے۔

پیام امام امیر المومنینؑ

---

۱ سعید، المدخل الی التفسیر والموضوعی، ۱۴۱۱ق، ص ۵۵-۴۰؛

۲ سعید، المدخل الی التفسیر والموضوعی، ۱۴۱۱ق، ص ۵۵-۴۰؛

اس کتاب میں نہج البلاغہ کی شرح و تفسیر فارسی زبان میں لکھی گئی ہے۔اس کے مولف آیت اللہ مکارم شیرازی ہیں جن کے ساتھ بعض دوسرے حضرات نے تعاون کیا ہے۔ ان میں محمد جعفر امامی، محمد رضا آشتیانی، محمد جواد ارسطا، ابراہیم بہادری، سعید داوودی اور احمد قدسی شامل ہیں۔[1] اس کی اشاعت کا آغاز ۱۹۹۷ء میں ہوا ہے[2] اور اس کی مختلف جلدوں کی طباعت کا سلسلہ جاری ہے۔ اس کتاب کی پہلی سے ساتویں جلد تک دار الکتب الاسلامیہ کی طرف سے اور آٹھویں سے چودھویں جلد مدرسہ امام علی بن ابی طالب (ع) کی طرف سے طبع ہوئی ہے۔ اس کی پہلی سے آٹھویں جلدیں امام علی علیہ السلام کے خطبوں کی شرح اور تفسیر سے مختص ہیں۔[3]

مفاتیح نوین

کتاب مفاتیح نوین آیت اللہ مکارم شیرازی کی تالیف ہے جس میں بعض اہل قلم کا تعاون شامل ہے جو ہاشم رسولی محلاتی کے ترجمہ کے ساتھ سن ۲۰۰۸ء میں شائع ہوئی ہے۔ یہ کتاب مفاتیح الجنان سے شباہت رکھتی ہے اور اس کے مولفین کے بقول یہ کتاب مفاتیح الجنان کا جدید نسخہ اور اس کا اپڈیٹ ورژن ہے جو عصر حاضر کے حساب سے اور خاص طور پر جوانوں کے لئے مناسب ہے۔[4] اس

---

۱ طباطبایی، المیزان، ۱۳۹۳ق، ج۱، ص۱۸۶-۱۵۷، ۲۷۶-۲۷۰؛ ج۲، ص۲۷۸-۲۶۰؛ ج۶، ص۱۰۴-۸۶۔

۲ طباطبایی، المیزان، ۱۳۹۳ق، ج۱، ص۱۸۶-۱۵۷، ۲۷۶-۲۷۰؛ ج۲، ص۲۷۸-۲۶۰؛ ج۶، ص۱۰۴-۸۶۔

۳ طباطبایی، المیزان، ۱۳۹۳ق، ج۱، ص۱۸۶-۱۵۷، ۲۷۶-۲۷۰؛ ج۲، ص۲۷۸-۲۶۰؛ ج۶، ص۱۰۴-۸۶۔

٤ معرفت، تفسیر و مفسران، ۱۳۷۳ش، ج۲، ص۵۳۱۔

کے مطالب دس مختلف حصوں، قرآن کریم کے سوروں، ادعیہ، زیارات، اسلامی مہینوں کے اعمال، شب و روز اور ہفتہ کے دنوں کے اعمال، آداب و تعقیبات نماز، مستحب نمازیں، معنوی و مادی مشکلات کے حل کے لئے مخصوص دعائیں، آداب استخارہ اور میت کے مخصوص احکام و آداب پر مشتمل ہیں۔[1]

فقہ مقارن انسائکلو پیڈیا

دائرۃ المعارف فقہ مقارن آیت اللہ مکارم شیرازی کی تالیف ہے جو بعض دوسرے علماء کے تعاون سے تحریر کی گئی ہے۔ اس کتاب میں فقہ شیعہ و اہل سنت اور دوسرے تمام ادیان و مذاہب کے سلسلہ میں عمومی و کلی اطلاعات کو تطبیقی و مقارن روش کے مطابق جمع کیا گیا ہے۔ اقتصاد اسلامی، مسائل معاصر فقہی، شیعہ اور اہل سنت کے فقہی ادوار اور تاریخ، منابع استنباط فقہ، فقہ میں فلسفہ کا مقام، اصطلاحات فقہی جیسے موضوعات اس کتاب کے مختلف حصوں میں ذکر ہوئے ہیں۔[2]

انوار الفقاہۃ فی احکام العترۃ الطاہرۃ

کچھ سلسلہ وار کتابیں ہیں جو عربی زبان میں تالیف کی گئی ہیں۔ اس سلسلہ کا آغاز کتاب الخمس والانفال[3] سے ہوتا ہے۔ یہ آیت اللہ مکارم شیرازی کے فقہ کے درس خارج کی تقریرات ہیں۔

---

۱ معرفت، تفسیر و مفسران، ۱۳۷۳ش، ج۲، ص۵۳۱۔

۲ معرفت، تفسیر و مفسران، ۱۳۷۳ش، ج۲، ص۵۳۱۔

۳ معرفت، تفسیر و مفسران، ۱۳۷۳ش، ج۲، ص۵۳۱۔

اس مجموعہ میں سے کتاب الخمس والانفال سن ۱۴۱۶ق، کتاب الحدود ۱۴۱۸ھ،[1] کتاب البیع ۱۴۲۵ھ،[2] مکاسب محرمہ ۱۴۲۶ھ [3] اور کتاب النکاح ۱۴۳۲ھ [4] میں طبع ہوئی ہیں۔

دوسری زبانوں میں ترجمہ

آیت اللہ مکارم شیرازی کی بعض کتب کے علاوہ جو عربی زبان میں تالیف کی ہیں، ان کی بہت سی کتابیں مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو کر طبع ہو چکی ہیں۔ جن میں عربی، انگریزی، اردو، آذربائجانی، روسی، فرانسوی، اسپانیائی اور ہندی زبانیں شامل ہیں۔[5]

سماجی و سیاسی اقدامات و فعالیت

مکارم شیرازی نے مئی ۲۰۱۶ء میں اس وقت کے ایران کے وزیر ثقافت وارشاد اسلامی سے ملاقات کے دوران حج کے باعزت وآبرومند طریقہ پر منعقد کرنے پر زور دیتے ہوئے کہا: اس سال کے حج

---

[1] معرفت، تفسیر و مفسران، ۱۳۷۳ش، ج۲، ص۵۳۱۔

[2] معرفت، تفسیر و مفسران، ۱۳۷۳ش، ج۲، ص۵۳۱۔

[3] مرکز فرہنگ و معارف قرآن، دائرۃ المعارف قرآن کریم، ۱۳۸۹ش، ج۸، ص۳۶۵۔

[4] مرکز فرہنگ و معارف قرآن، دائرۃ المعارف قرآن کریم، ۱۳۸۹ش، ج۸، ص۳۶۵۔

[5] مرکز فرہنگ و معارف قرآن، دائرۃ المعارف قرآن کریم، ۱۳۸۹ش، ج۸، ص۳۶۵۔

پر خط پھیر دینا چاہئے۔[۱] ان کے علاوہ بعض دوسرے مراجع کرام نے بھی ایرانیوں کے اس سال (۲۰۱٦ء) حج پر جانے کی مخالفت کی۔[۲]

ولایت ٹی وی کو تفرقہ انگیز پروگرام سے متنبہ کرنا

مکارم شیرازی نے ۱۷اپریل ۲۰۱۷ء میں ولایت ٹی وی کی طرف شائع کئے جانے والے ایک تفرقہ انگیز پروگرام پر رد عمل ظاہر کرتے ہوئے ایک بیانیہ صادر کیا جس میں انہوں نے کہا کہ اس پروگرام کی انہیں کوئی اطلاع نہیں دی گئی تھی، اگر اس کے بعد دوبارہ کبھی اس طرح کا تفرقہ ڈالنے والا پروگرام نشر کی گیا تو وہ اس ٹی وی سے اپنی حمایت ہمیشہ کے لئے واپس لے لیں گے۔[۳] اسی طرح سے انہوں نے اس بیانیہ میں برادران اہل سنت سے اپیل کی کہ وہ تفرقہ انگیز باتیں کرنے والے بعض تندرو افراد کو اس کام سے روکیں۔[۴] ۱۷اپریل ۲۰۱۷ء میں ولایت ٹی وی نے ایک پروگرام نشر کیا جس میں ایران میں اہل سنت کے رہبر مولوی عبد الحمید کو دہشت گردوں سے رابطہ رکھنے اور داعش کی طرف میلان ہونے کا الزام لگایا گیا تھا۔[۵]

ان کے بارے میں شائع ہونے والی کتب و آثار

---

۱ مرکز فرہنگ و معارف قرآن، دائرۃ المعارف قرآن کریم، ۱۳۸۹ش، ج۸، ص۳٦۵۔

۲ مرکز فرہنگ و معارف قرآن، دائرۃ المعارف قرآن کریم، ۱۳۸۹ش، ج۸، ص۳٦۵۔

۳ مرکز فرہنگ و معارف قرآن، دائرۃ المعارف قرآن کریم، ۱۳۸۹ش، ج۸، ص۳٦۵۔

٤ مرکز فرہنگ و معارف قرآن، دائرۃ المعارف قرآن کریم، ۱۳۸۹ش، ج۸، ص۳٦۵۔

۵ مرکز فرہنگ و معارف قرآن، دائرۃ المعارف قرآن کریم، ۱۳۸۹ش، ج۸، ص۳٦۵۔

آیت اللہ مکارم شیرازی کے سلسلہ میں کئی تحریری و ہنری آثار منظر عام پر آ چکے ہیں۔ جن میں ایک کتاب از تبعید تا پیروزی ہے جس میں سیاسی و سماجی رخ کو پیش کیا گیا ہے۔ دوسری کچھ کتابیں بھی ہیں جن میں ان کے بارے میں قرآنی و اخلاقی و۔۔۔ رخ پیش کئے گئے ہیں۔ ذیل میں ان کا ذکر کیا جا رہا ہے:

حیات پر برکت، اس کتاب کے مولف احمد قدسی ہیں، نومبر ۲۰۰۵ء میں ۳۵۲ صفحات پر مشتمل یہ کتاب انتشارات مدرسہ امیر المومنین (ع) کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ جو آیت اللہ مکارم شیرازی کی سوانح عمری پر مشتمل ہے۔[1]

از تبعید تا پیروزی، میرزا باقر علیان نژاد اس کے مولف ہیں، ۲۰۱۴ء میں ۲۴۴ صفحات پر مشتمل یہ کتاب انتشارات سورہ مہر کی طرف سے شائع کی گئی ہے۔ اس میں آیت اللہ مکارم کی سوانح حیات، مجموعہ مقالات اور ان کے انٹرویو شامل ہیں۔ اس میں ان کے سیاسی و سماجی رخ کو شامل کیا گیا ہے۔[2]

---

۱ مرکز فرہنگ و معارف قرآن، دائرۃ المعارف قرآن کریم، ۱۳۸۹ش، ج۸، ص۳۶۵۔

۲ مرکز فرہنگ و معارف قرآن، دائرۃ المعارف قرآن کریم، ۱۳۸۹ش، ج۸، ص۳۶۵۔

حیات قرآنی آیت اللہ العظمی مکارم شیرازی، امین عظیمی اس کے مصنف ہیں، ۲۰۰۸ء میں ۴۷ صفحات پر مشتمل اس کتاب کو انتشارات دفتر عقل نے شائع کیا ہے۔ اس میں آیت اللہ مکارم کے قرآنی کارناموں اور کتابوں کو پیش کیا گیا ہے۔[1]

سیرہ اخلاقی قرآنی آیت اللہ مکارم شیرازی، مہدی علمی دانشور اور کاظم میرزایی کی تالیف ہے۔ یہ کتاب ۲۰۱۵ء میں ۱۴۴ صفحات میں انتشارات عقیق عشق قم کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ اس میں آیت اللہ مکارم شیرازی کے قرآنی و اخلاقی نظریات کو ان کی مختلف فعالیتوں کی رپورٹ کے ہمراہ نشر کیا گیا ہے۔[2]

رمز موفقیت، اس کتاب میں آیت اللہ العظمی مکارم شیرازی کی زندگی کی یادوں اور خاطرات کا ذکر ہے۔ اسے مسعود مکارم نے تالیف اور انتشارات مدرسہ امیر المومنینؑ نے ۱۵۲ صفحات میں شائع کیا ہے۔ اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن ۲۰۱۰ء میں شائع ہوا ہے۔[3]

آیت فقاہت کے عنوان سے ڈاکومینٹری، آیت اللہ مکارم شیرازی کی ذاتی زندگی، علمی خصوصیات، انقلابی مجاہدت، ان کی تالیفات اور حوزہ علمیہ میں ان کے کردار کے سلسلہ میں ستمبر ۲۰۱۵ء میں ایران[4] کے ٹی وی چینل (ا) کی طرف سے یہ ڈاکومینٹری نشر کی گئی، جس کی مدت ۵۹ مینٹ

---

۱ مرکز فرہنگ و معارف قرآن، دائرۃ المعارف قرآن کریم، ۱۳۸۹ش، ج۸، ص ۳٦۷۔

۲ مرکز فرہنگ و معارف قرآن، دائرۃ المعارف قرآن کریم، ۱۳۸۹ش، ج۸، ص ۳٦۷۔

۳ مرکز فرہنگ و معارف قرآن، دائرۃ المعارف قرآن کریم، ۱۳۸۹ش، ج۸، ص ۳٦۷۔

٤ مرکز فرہنگ و معارف قرآن، دائرۃ المعارف قرآن کریم، ۱۳۸۹ش، ج۸، ص ۳٦۷۔

۱۲۷) تفسیر نمونہ اور تفسیر منشور جاوید کا تعارف

ترجمہ: محسن ملت علامہ سید صفدر حسین نقوی نجفی۔

الناشر: مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

تاریخ:۔۱۴۰۹ ہجری۔۱۹۸۸ عیسوی

موضوع: تفسیر قرآن الحکیم، تفسیر قرآن، ترجمہ شدہ کتب،

تفسیر نمونہ فارسی زبان میں لکھی گئی قرآن مجید کی تفسیر ہے جسے آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی کی زیر سرپرستی حوزہ علمیہ قم کے مایہ ناز مفسرین کے ایک گروہ تحریر کیا ہے۔اس کتاب کی تالیف میں تقریبا ۱۵ سال کا عرصہ لگا جس میں مؤلفین نے کوشش کی ہے کہ قرآنی آیات کی سادہ اور عام فہم زبان میں ترجمہ اور تفسیر پیش کریں۔ کتاب کے دیباچے میں مؤلف، عوام الناس کیلئے قرآن کی تفسیر پیش کرنے کو اس کتاب کی تدوین کا ہدف قرار دیتے ہیں۔ اس کتاب کا عربی اور اردو زبان میں بھی ترجمہ ہوا ہے۔اردو زبان میں اس کا ترجمہ سید صفدر حسین نجفی نے کیا ہے۔

تفسیر نمونہ کی تدوین میں چند تفاسیر سے استفادہ کیا گیا ہے ان کے اسامی درج ذیل ہیں:

۔۱ تفسیر مجمع البیان مولف علامہ طبرسی

۔ ۲ تفسیر تبیان مولف شیخ طوسی

۔ ۳ تفسیر المیزان مولف علامہ محمد حسین طباطبائی

۔۴ تفسیر صافی مولف علامہ محسن فیض کاشانی

۔۵ تفسیر نور الثقلین مولف علامہ عبد علی بن جمعہ الحویزی

۔۶ تفسیر برہان مولف سید ہاشم بحرینی

۔۷ تفسیر روح المعانی مولف علامہ شہاب الدین محمود آلوسی

۔۸ تفسیر المنار مولف محمد رشید رضا تقریرات درس تفسیر شیخ محمد عبدہ

۔۹ تفسیر فی ظلال القرآن مولف سید قطب مصری

۔۱۰ تفسیر قرطبیّ مولف محمد بن احمد انساری قرطبیّ

۔۱۱ اسباب النزول مولف واحدی نیشاپوری

تفسیر مفاتیح الغیب مولف فخر رازی

۔۱۳ تفسیر روح الجنان مولف ابوالفتوح رازی،[1]

حوزہ علمیہ قم کے استاد آیت اللہ شیخ ناصر مکارم شیرازی کے زیر سرپرستی جن دس علمائے کرام نے اس مایہ ناز تفسیر کی تدوین کی ہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۔احجۃ الاسلام والمسلمین جناب محمد رضا آشتیانی،

---

۱ مرکز فرہنگ و معارف قرآن، دائرۃ المعارف قرآن کریم، ۱۳۸۹ش، ج۸، ص۳۶۷۔

۔ ۲حجۃ الاسلام والمسلمین جناب محمد جعفر امامی،

۔ ۳حجۃ الاسلام والمسلمین جناب داود الٰہای،

۔ ۴حجۃ الاسلام والمسلمین جناب اسداللہ ایمانی،

۔ ۵حجۃ الاسلام والمسلمین جناب عبدالرسول حسنی،

۔ ۶حجۃ الاسلام والمسلمین جناب سید حسن شجاعی

۔ ۷حجۃ الاسلام والمسلمین جناب سید نور اللہ طباطبائی

حجتہ الاسلام والمسلمین جناب محمود عبداللہی،

۔ ۹حجۃ الاسلام والمسلمین جناب محسن قرائتی،

م۔ ۱۰حجۃ الاسلام والمسلمین جناب حمد محمدی اشتہاردی[1]

اس تفسیر کی سب سے اہم ترین خصوصیت تو اس کا سادہ اور عام فہم ہونا قرار دیا جاتا ہے جبکہ خود مولفین کی جانب سے اس کی پہلی جلد کے مقدمے میں بعض دیگر درج ذیل خصوصیات کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔

---

۱ مصباح یزدی، معارف قرآن، ۱۳۷۳ش، ص۱۶-۱۴۔

پہلی خصوصیت

قرآن چونکہ کتاب زندگی ہے۔اس لیے آیات کی ادبی و عرفانی تفسیر کے زندگی کے مادی، معنوی، تعمیر نو کرنے والے، اصلاح کنندہ، زندگی سنوارنے والے اور بالخصوص اجتماعی مسائل کی طرف توجہ دی گئی ہے اور زیادہ تر انہی مسائل کا تذکرہ کیا گیا ہے جو فرد اور معاشرے کی زندگی سے نزدیل کا تعلق رکھتے ہیں۔

دوسری خصوصیت

آیات میں بیان کیے گئے عنوانات کو ہر آیت کے ذیل میں جچی تلی اور مستقل بحث کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً سود، غلامی، عورتوں کے حقوق، حج کا فلسفہ، قمار بازی کی حرمت کے اسرار، سور کا گوشت، جہاد اسلامی کے ارکان و اہداف وغیرہ کے موضوعات پر بحث کی گئی ہے تاکہ قارئین اس ایک اجمالی مطالعے کے لیے دوسری کتب کی طرف رجوع کرنے سے بے نیاز ہو جائیں۔

تیسری خصوصیت

کوشش کی گئی ہے کہ آیات ذیل میں ترجمہ رواں، سلیس منہ بولتا لیکن گہرا اور اپنی نوع کے لحاظ سے پر کشش اور قابل فہم ہو۔

چوتھی خصوصیت

لاحاصل ادبی بحثوں میں پڑھنے کی بجائے خصوصی توجہ اصلی لغوی معانی اور آیات کے شان نزول کی طرف دی گئی ہے کیونکہ قرآن کے دقیق معانی سمجھنے کے لیے یہ دونوں چیزیں زیادہ موثر ہیں۔

پانچویں خصوصیت

مختلف اشکالات، اعتراضات اور سوالات جو بعض اوقات اسلام کے اصول وفروع کے بارے میں کئے جاتے ہیں ہر آیت کی مناسبت سے ان کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کا جچا تلا اور مختصر سا جواب دے دیا گیا ہے۔ مثلاً شبہ اکل و ماکول، معراج، تعداد ازواج، عورت اور مرد کی میراث کا فرق، عورت اور مرد کے خون بہا میں اختلاف، قرآن کے حروف مقطعات، احکام کی منسوخی، اسلامی جنگیں اور غزوات، مختلف الٰہی آزمائشیں، اور ایسے ہی بیسویں سوالوں کے جوابات اس طرح دیئے گئے ہیں کہ آیات کا مطالعہ کرتے وقت محترم قاری کے ذہن میں کوئی استفہامی علامت باقی نہ رہے۔

چھٹی خصوصیت

ایسی پیچیدہ علمی اصلاحات جن کی نتیجے میں کتاب ایک خاص صنف سے مخصوص ہو جائے سے دوری اختیار کی گئی ہے۔ البتہ ضرورت کے وقت علمی اصطلاح کا ذکر کرنے کے بعد اس کی واضح تفسیر و تشریح کر دی

لغت میں " تفسیر " کا معنی ہے چہرے سے نقاب ہٹانا۔

تو کیا قرآن پر جو نور کلام مبین اور تمام مخلوق کی ہدایت کے لئے حق تعالی کی واضح گفتگو ہے کوئی پردہ اور نقاب پڑا ہوا ہے۔ جسے ہم ہٹانا چاہتے ہیں؟ نہیں ایسا نہیں ہے۔

قرآن کے چہرے پر تو کوئی نقاب نہیں ہے یہ تو ہم جن کے چہرے پر سے نقاب ہٹانا چاہیے اور ہماری عقل و ہوش کی نگاہ سے پردہ اٹھنا چاہیے تاکہ ہم قرآن کے مفاہیم کو سمجھ سکیں اور اس کی روح کا ادراک کر سکیں۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ قرآن کا صرف ایک چہرہ نہیں۔اس کا وہ چہرا جو سب کے لئے کھلا ہے وہ نور مبین ہے اور ہدایت خلق کی رمز ہے عمومی چہرا ہے۔

رہا اس کا دوسرا پہلو تو اس کا ایک چہرا بلکہ کئی چہرے اور ہیں۔جو صرف غور و فکر کرنے والوں، حق کے پیاسوں، راستے کے متلاشیوں اور زیادہ علم کے طلب گاروں پر آشکار ہوتے ہیں۔اس میں سے ہر ایک کو اس کے اپنے ظرف، خلوص اور کوشش سے حصہ ملتا ہے۔

ان چہروں کو احادیث کی زبان میں " بطون قرآن " کہتے ہیں۔چونکہ ہر شخص ان کی تجلی نہیں دیکھ پاتا بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ ہر آنکھ انہیں دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتی لہٰذا تفسیر آنکھوں کو توانائی دیتی ہے اور پردوں کو ہٹاتی ہے اور ہمارے اندر دیکھنے کی اہلیت پیدا کرتی ہے۔جتنا کہ ہمارے لئے ممکن ہے۔

قرآن کے کئی چہرے ایسے ہیں جن سے زمانہ گزرنے اور انسانی لیاقت و استعداد میں اضافے اور مالیدگی سے پردہ اٹھتا ہے۔مکتب علی علیہ السلام کے ہونہار شاگرد ابن عباس اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

القرآن یفسرہ الزمان

زمانہ قرآن کی تفسیر کرتا ہے۔

ان سب باتوں سے قطع نظر ایک مشہور حدیث ک ے مطابق:

القرآن یفسر بعضہ بعضاَ ۔

قرآن خود اپنی تفسیر بیان کرتا ہے اور اس کی آیات ایک دوسرے کے چہرے سے پردہ اٹھاتی ہیں۔

قرآن کا نور اور کلام مبین ہونا اس بات کے منافی نہیں ہے کہ یہ ایک اکیلا ہے اس طرح کہ دوسرے سے پیوستہ بھی ہے اور ایک ایسا مجموعہ ہے جو ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتا اور یہ سارے کا سارا نور اور کلام مبین ہے اگرچہ اس کی بعض آیات کچھ دیگر آیات کے چہرے سے پردہ اٹھاتی ہیں۔

یہ کوشش کب شروع ہوئی اور کہاں تک پہنچی اس میں شک نہیں کہ قرآن کی تفسیر اپنے حقیقی معنی کے لحاظ سے خود پیغمبر کے زمانے سے اور آنحضرت کے پاکیزہ دل پر اس کی اولین آیات کے نازل ہونے سے شروع ہوئی اور پھر اس علم کے بزرگ اور عظیم لوگ اپنی سندوں کا سلسلہ پیغمبر کے شہرِ علم کے در تک لے جاتے ہیں۔

تفسیر قرآن کے سلسلے میں اب تک سینکڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں جو مختلف زبانوں میں اور مختلف طرز و طریقہ کی ہیں۔ بعض ادبی ہیں اور بعض فلسفی، کچھ کی نوعیت اخلاقی ہے اور کچھ احادیث کی بنیاد پر لکھی گئیں ہیں۔ بعض تاریخ کے حوالے سے رقم کی گئیں اور بعض علوم جدیدہ کی اساس پر لکھی گئی ہیں ۔ اس طرح ہر کسی نے قرآن کو ان علوم کے زاویے سے دیکھا ہے جن میں وہ خود تخصص رکھتا ہے۔

پھولوں سے لدے ہوئے اس باغ سے کسی نے دل انگیز اور شاعرانہ مناظر حاصل کئے، کسی نے علوم طبیعی کے استاد کی طرح برگ گل، پھول، شاخوں اور جڑوں کے اصول تلاش کرنے کی کوشش کی ہے، کسی نے غذائی مواد سے استفادہ کیا ہے اور کسی نے دواؤں کے خواص سے، کسی نے اسرار آفرینش سے یہ سب شگوفے اور رنگارنگ گل چنے ہیں اور کوئی اس فکر میں ہے کہ کون سے گل سے بہترین عطر کشید کرے اسی طرح کوئی ایسا بھی ہے جس نے فقط شہد کی مکھی کی طرح گل چوسنے اور اس سے انگبین حاصل کرنے کی جستجو کی ہے۔

خلاصہ یہ کہ راہ تفسیر کے راہیوں میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک مخصوص آئینہ تھا جس سے انہوں نے قرآن کی ان زیبائیوں اور اسرار کو منعکس کیا۔ لیکن یہ واضح ہے کہ یہ سب چیزیں باوجودیکہ قرآن کی تفسیریں ہیں ان میں سے کوئی بھی قرآن کی تفسیر نہیھ کیونکہ ان میں سے ہر ایک قرآن کے ایک رخ سے پردہ ہٹاتی ہے نہ کہ تمام چہروں سے اور اگر ان سب کو ایک جگہ جمع کر لیا جائے تو پھر بھی وہ قرآن کے چند چہروں کی نقاب کشائی ہو گی نہ کہ تمام چہروں کی۔

قرآن حق تعالی کا کلام ہے اور اس کے لامتناہی علم کی تراوش ہے اور اس کا کلام اس کے علم کا رنگ اور اس کا علم اس کی ذات کا رنگ رکھتا ہے۔ اور وہ سب لامتناہی ہیں۔ اس بنا پر یہ توقع نہیں رکھنا چاہیے کہ نوع انسانی قرآن کے تمام چہروں کو دیکھ لے۔ کیونکہ دریا کو کوزے میں بند نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہماری فکر و نظر کا ظرف جس قدر وسیع ہو گا اتنا ہی زیادہ ہم اس بحر بیکراں کو اپنے اندر سما سکیں گے۔

اس لئے تمام علماء اور دانشوروں کا فرض ہے کہ وہ کسی زمانے میں بھی ناتھ پر ہاتھ رکھ کر نہ بیٹھ جائیں۔ قرآن مجید کے زیادہ سے زیادہ حقائق کے انکشاف کے لئے اپنی پے درپے مخلصانہ سعی و

کوشش جاری رکھیں۔ قدماء اور گذشتہ علماء (خداوند عالم کی رحمتیں ان کی ارواح پاک پر ہوتی رہیں) کے ارشادات سے فائدہ اٹھائیں لیکن انہی پر قناعت نہ کریں کیونکہ پیغمبر اکرم فرماتے ہیں: لا تحصی عجائبہ ولا تبلی غرائبہ قرآن کی خوبیاں کبھی ختم نہیں ہوں گی اور اس کی عجیب و غریب نئی باتیں کبھی پرانی نہ ہوں گی۔

ایک خطرناک غلطی

تفسیر قرآن کے سلسلے میں یہ روش بہت زیادہ خطرناک ہے کہ انسان مکتب قرآن میں شاگردی اختیار کرنے کی بجائے اس عظیم آسمانی کتاب کے مقابلہ میں استاد بن بیٹھے یعنی قرآن سے استفادہ کرنے کی بجائے اس پر اپنے افکار کا بوجھ ڈال دے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ انسان اپنے ماحول، تخصیص علمی، مخصوص مذہب اور اپنی ذاتی رائے کو قرآن کے نام پر اور قرآن کی صورت میں پیش کرنے لگے اور یوں قرآن ہمارا امام پیشوا، رہبر، قاضی اور فیصلہ کرنے والا نہ رہے بلکہ الٹا وہ ہمارے اپنے نظریات کی مسند نشینی اور ہمارے اپنے افکار و نظریات کی جلوہ نمائی کا ذریعہ بن جائے۔

قرآن کی تفسیر کا یہ طریقہ بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں قرآن کے ذریعہ اپنے افکار کی تفسیر کا یہ ڈھنگ اگرچہ ایک گروہ میں رائج ہے جو کچھ بھی ہے خطرناک ہے اور ایک دردناک مصیبت ہے جس کا نتیجہ راہ حق کی طرف ہدایت کے حصول کی بجائے صراط مستقیم سے دوری اور غلطیوں اور شبہات کو پختہ کرنے والی بات ہے۔

قرآن سے اس طرح فائدہ اٹھانا تفسیر نہیں ہے بلکہ تحمیل ہے۔ اس سے فیصلہ لینا نہیں بلکہ اس کے اوپر حکم چلانا ہے۔ یہ ہدایت نہیں بلکہ ضلالت و گمراہی ہے۔ اس طرح تو ہر چیز دگرگوں ہو جاتی ہے۔

ہماری کوشش ہے کہ اس تفسیر میں ہم انشاء اللہ یہ روش اختیار نہ کریں اور واقعاً قرآن کے سامنے دل و جان سے زانوئے تلمذ تہ کریں اور بس۔

تقاضے اور احتیاج

ہر زمانے کی کچھ خصوصیات، ضرورتیں اور تقاضے ہوتے ہیں جو زمانے کی بدلتی ہوئی کیفیت، تازہ مسائل اور منشاء مشہود پر آنے والے نئے معانی و مفاہیم سے ابھرتے ہیں۔ اسی طرح ہر دور کی اپنی کچھ مشکلات اور پیچیدگیاں ہوتی ہیں اور یہ سب معاشرتی اور تہذیبی و تمدنی تبدیلیوں کا لازمہ ہوتا ہے۔

کامیاب افراد اور صاحبان توفیق وہ ہیں جو ان ضروریات اور تقاضوں کو سمجھ سکیں جنہیں "عصری مسائل" کہا جاتا ہے۔ لیکن وہ لوگ جو ان مسائل کے ادراک سے عاری ہیں یا ادراک تو رکھتے ہیں لیکن وہ خود کسی دوسرے ماحول اور زمانے کی پیداوار ہیں جس میں یہ مسائل نہ تھے اس لئے وہ سرد مہری اور لاپرواہی سے ان مسائل کے سامنے سے گذر جاتے ہیں۔ وہ ان مسائل کو بے کار کاغذوں کی طرح ردی کی ٹوکری میں ڈال دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو پے در پے شکستوں کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

ایسے افراد ہمیشہ زمانے کی وضع و کیفیت کا شکوہ کرتے رہتے ہیں، زمین و آسمان کو برا کہتے ہیں اور گزرے ہوئے سنہرے اور خواب و خیال کے زمانے کی یاد میں غمزدہ، افسردہ اور پر حسرت رہتے ہیں۔ ایسے لوگ روز بروز زیادہ بد ظن، بدبیں اور مایوس ہوتے رہتے ہیں اور آخرکار معاشرے سے دوری اور گوشہ نشینی اختیار کر لیتے ہیں کیونکہ وہ زمانے کے تقاضوں اور مشکلات کو سمجھ نہیں پاتے یا وہ ایسا چاہتے ہی نہیں۔ ایسے لوگ ایک تاریکی میں زندگی بسر کرتے ہیں اور چونکہ حوادث کے علل و اسباب اور ان کے نتائج کی تشخیص نہیں کر پاتے اس لئے ان کے مقابلہ میں گھبراتے ہوئے وحشت زدہ، بے دماغ اور بغیر کسی منصوبہ بندی کے رہتے ہیں ایسے لوگ چونکہ تاریکی میں محو گردش ہوتے ہیں اس لئے ہر قدم پر ٹھوکر کھاتے ہیں اور کیا خوب کہا ہے سچے پیشوا نے:

جو شخص اپنے زمانے کے حالات و کوائف سے آگاہ ہے وہ اشتباہات اور غلطیوں سے بچا رہتا ہے

ا۔ مام صادق علیہ السلام سے ایک مشہور حدیث میں یہ مضمون یوں منقول ہے: العالم بزمانہ لا تہجم علیہ اللوابس۔

ہر زمانے کے علماء اور دانشوروں کے لئے یہ پیغام ہے کہ ان کا فریضہ ہے کہ وہ پوری چابکدستی سے ان مسائل، تقاضوں، احتیاجات اور روحانی کمزوری اور اجتماعی خالی نقاط کا ادراک کریں اور انہیں صحیح شکل و صورت میں پر کریں تاکہ وہ دوسرے امور سے پر نہ ہو جائیں کیونکہ ہماری زندگی کے محیط محال میں خلاء ممکن نہیں ہے۔

مایوس اور منفی فکر حضرات کے گمان کے برخلاف جن مسائل کو میں نے اپنی سمجھ کے مطابق واضح طور پر معلوم کیا ہے اور سمجھا ہے ان میں سے ایک نسل نو کی مفاہیم اسلام اور مسائل دینی جاننے کی

پیاس ہے بلکہ یہ پیاس فقط سمجھنے کے لئے نہیں بلکہ انہیں چکھنے، چھونے اور آخر کار ان پر عمل کرنے کی ہے۔

ان مسائل نے نسل نو کی روح اور وجود کو بے قرار کر رکھا ہے لیکن یہ فطری امر ہے کہ یہ سب استفہام کی صورت میں ہے۔ ان خواہشات اور تقاضوں کا جواب دینے کے لئے پہلا قدم میراث علمی اور اسلامی تہذیب و تمدن کو عصر حاضر کی زبان میں ڈھالنا اور عالی مفاہیم کو موجودہ دور کی زبان میں موجودہ نسل کی روح، جان اور عقل میں منتقل کرنا ہے اور دوسرا قدم یہ ہے کہ اس زمانے کی مخصوص ضرورتوں اور تقاضوں کو اسلام کے اصولوں سے استنباط کرکے پورا کیا جائے۔

یہ تفسیر انہی دو اہداف و مقاصد کی بنیاد پر لکھی گئی ہے۔

کس تفسیر کا مطالعہ کرنا بہتر ہے

یہ ایسا سوال ہے جو بارہا مختلف طبقوں خصوصا نوجوان طبقے کی طرف سے ہمیں کیا گیا ہے۔ یہ وہ ہیں جو خلوص سے ملی ہوئی پیاس کے ساتھ قرآن کے صاف و شفاف چشمے کے جویا ہیں اور اس محفوظ آسمانی وحی سے سیراب ہونا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان سب کے سوال میں یہ جملہ پوشیدہ ہے کہ ہمیں ایسی تفسیر چاہئے جو تقلید کے حوالے سے نہیں بلکہ تحقیق کے حوالے سے ہمیں عظمت قرآن سے روشناس کرا سکے اور دور حاضر میں ہماری ضرورتوں، دکھوں اور مشکلوں میں راہنمائی کر سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہر طبقے کے لوگوں کے لئے مفید بھی ہو اور جس میں پیچیدہ علمی اصطلاحات اس کی صاف و شفاف راہوں اور شاہراوں میں ناہمواریاں پیدا نہ کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ فارسی زبان میں آج ہمارے پاس کئی ایک تفاسیر موجود ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ وہ تفاسیر ہیں جو ہمارے قدماء بزرگوں کی میراث میں یا بعد میں عصر حاضر کے علماء نے انہیں تحریر کیا ہے

اور کچھ ایسی ہیں جو چند صدیاں پہلے لکھی گئی تھیں اور ان کی مخصوص نثر علماء وادباء سے مخصوص ہے۔

موجود تفاسیر میں بعض اس سطح پر ہیں کہ صرف خواص کے طبقے کا حصہ ہیں اور دیگر طبقات ان سے استفادہ نہیں کر سکتے اور بعض قرآن کے خاص گوشوں کو بیان کرتی ہیں۔ ان کی مثال ایک گلدستہ کی سی ہے جسے کسی تروتازہ باغ سے چنا گیا ہو جس میں باغ کی نشانیاں تو ہیں لیکن باغ نہیں ہے۔

اس طرح اس بار بار کے سوال کا کوئی ایسا جواب نہ مل سکا یا بہت کم ملا کہ جو قانع ہو، وجدان کو مطمئن کرے اور پیاسے متلاشی کی تشنگی روح کو سیراب کر سکے۔

اس پر ہم نے فیصلہ کیا کہ اس سوال کا جواب عمل سے دینا چاہئے کیونکہ اس وقت اس کا صرف زبانی جواب ممکن نہیں ہے لیکن مشکلات اور روز افزوں مشاغل کے ہوتے ہوئے اور اس طرف توجہ کرتے ہوئے کہ قرآن ایک ایسا بیکراں سمندر ہے جس میں آسانی سے اور ساز وسامان، تیاری وقت اور کافی غور و فکر کے بغیر داخل نہیں ہوا جاسکتا اور یہ وہ بحر ناپیدا کنار ہے جس میں بہت سے لوگ غرق ہوئے اور ڈوب چکے ہیں۔ حسرت واندوہ کے عالم میں اس دریا کے کنارے کھڑا میں اس کی امواج فروشاں کا نظارہ کر رہا تھا کہ ایسے میں اچانک ایک بجلی سی فکر میں کوند گئی۔ امید کا دریچہ کھلا اور مسئلے کی راہ حل سمجھائی دینے لگی اور وہ تھی گروپ سسٹم میں کام کرنے کی سوچ اور پھر دس فاضل، مخلص، محقق، آگاہ اور باخبر نوجوان جو "عشرہ کاملہ" کے مصداق میں میرے رفیق راہ بن گئے۔ ان کی شبانہ روز پر خلوص کوششوں سے مختصر سی مدت میں یہ پودا ثمر آور ہو گیا۔

اس بناء پر کہ کوئی نکتہ عزیز قارئین کے لئے مبہم نہ رہنے پائے ہم اپنے طریقہ کار کی بھی اجمالا تشریح کئے دیتے ہیں۔

پہلے آیات قرآنی مختلف، حصوں میں ان محترم علماء میں تقسیم کر دی جاتی تھیں (ابتداء میں دو دو افراد کے پانچ گروپ تھے)۔ ضروری ہدایات وراہنمائی کی روشنی میں وہ ان مختلف تفاسیر کا مطالعہ کرتے جو اس تفسیر کا منبع اور اصلی کتب ہیں جنہیں اس فن کے عظیم محققین نے سپرد قلم کیا ہے۔ چاہے وہ محققین سنی ہوں یا شیعہ سب کا مطالعہ کیا جاتا۔ ہمارے زیر نظر رہنے والی تفاسیر میں سے بعض یہ ہیں:

تفسیر مجمع البیان، تالیف شیخ المفسرین محقق عالی قدر جناب طبرسی

تفسیر انوار التنزیل، تالیف قاضی بیضاوی۔

تفسیر الدر منثور، تالیف جلال الدین سیوطی۔

تفسیر برہان، تالیف محدث بحرانی۔

تفسیر المیزان، تالیف استاد علامہ طباطبائی۔

تفسیر المنار، محمد عبدہ مصری۔

تفسیر فی ظلال، تالیف مصنف معروف سید قطب

اور تفسیر مراغی، تالیف احمد مصطفیٰ مراغی۔

اس کے بعد وہ معلومات اور ما حصل جو موجودہ زمانے کے احتیاجات اور تقاضوں پر منطبق ہوتے انہیں رشتہ تحریر میں لایا جاتا۔ بعدازاں اس گروپ کی اجتماعی نشستیں ہفتے کے مختلف دنوں میں منعقد ہوتیں اور یہ تحریریں پڑھی جاتیں اور ان کی اصلاح کی جاتی۔ ان نشستوں میں ہی قرآن کے بارے میں جن نئی معلومات کا اضافہ ضروری ہوتا وہ کیا جاتا۔ پھر اصلاح شدہ تحریروں کو صاف کرکے لکھا جاتا۔ صاف کرکے لکھنے کے بعد ان سب تحریروں کو ان میں سے چند منتخب علماء پھر سے پڑھتے اور انہیں منضبط کرتے۔ آخری شکل دینے کے لئے آخری میں میں خود پورے اطمینان سے اس کا مطالعہ کرتا اور بعض اوقات اسی حالت میں محسوس ہوتا کہ اس میں چند پہلوؤں کا مزید اضافہ کیا جانا چاہئے اور پھر یہ کام انجام دیا جاتا۔ ضمنی طور پر آیات کا رواں ترجمہ بھی میں اسی موقع پر کردیتا تھا۔

عام مطالب (آیات کے ذیلی ترجمہ اور بعض پہلوؤں کے علاوہ جن کا یہ حقیر اضافہ کرتا) چونکہ ان محترم حضرات کے قلم سے ہوتے تھے اور فطری طور پر مختلف ہوتے تھے اس لئے میں ان تحریروں کو ہم آہنگ کرنے کے لئے بھی ضروری کاوش انجام دیتا تھا اور ان تمام زحمات و مشقات کا ثمر یہ کتاب ہے جو عزیز قاری کی نظر سے گزر رہی ہے۔ امید ہے کہ یہ تمام لوگوں کے لئے عمدہ، مفید اور سود مند ثابت ہوگی۔

تفسیر منشور جاوید۔آیت اللہ جعفر سبحانی

آیت اللہ جعفر سبحانی کا مختصر تعارف

جعفر سبحانی (ولادت: ۱۹۲۹ء) شیعہ مراجع تقلید اور حوزہ علمیہ قم کے اساتذہ میں سے ہیں۔آپ فقہ، اصول، تفسیر اور علم کلام میں مہارت رکھتے ہیں۔آیت اللہ سبحانی ایران کے اسلامی انقلاب سے پہلے دارالتبلیغ اسلامی کے مسئولین، مجلّہ مکتب اسلام کے مصنفین میں سے تھے اور انقلاب کے بعد مجلس خبرگان میں مشرقی آذربایجان کا نمائندہ رہ چکے ہیں۔اسی طرح آپ حوزہ علمیہ قم میں مرکز تخصصی کلام اسلامی کے بانی اور مختلف اسلامی علوم میں متعدد علمی آثار کے مالک ہیں۔الموجز، فروغ ابدیت، منشور جاوید (تفسیر موضوعی قرآن)، آئین وہابیت، منشور عقاید امامیہ من جملہ آپ کے قلمی آثار میں سے ہیں۔آپ کی بعض کتابیں دینی مدارس کے تعلیمی نصاب میں شامل ہیں

سوانح حیات اور تعلیم

آیت اللہ بروجردی جعفر سبحانی ۹ اپریل سنہ ۱۹۲۹ء کو تبریز میں متولد ہوئے۔آپ کے والد آیت اللہ محمد حسین سبحانی خیابانی ہیں۔ابتدایی تعلیم کے بعد آپ نے گلستان، بوستان، تاریخ معجم، نصاب الصبیان اور ابواب الجنان جیسی کتابیں پڑھی۔ ۱۴ سال کی عمر میں مدرسہ علمیہ طالبیہ تبریز میں داخلہ لیا۔علوم ادبیات حسن نحوی اور علی اکبر نحوی کے پاس، مُطول کا ایک حصہ، منطق منظومہ اور شرح لمعہ کے لئے محمد علی مدرس خیابانی کے دروس میں شرکت کی۔[1]

سنہ ۱۹۴۶ء میں پیشہ وری کی قیادت میں دمکرات نامی فرقہ کے ظہور اور آذربایجان میں خود مختار حکومت تشکیل دینے کے بعد آیت اللہ سبحانی نے قم مہاجرت کی اور فرائد الاصول کی تعلیم کے لئے

---

۱ مصباح یزدی، معارف قرآن، ۱۳۷۳ش، ص ۱۶-۱۴۔

محمد مجاہدی تبریزی (۱۳۲۷-۱۳۷۹ھ) اور میرزا احمد کافی (۱۳۱۸-۱۴۱۲ھ) کے دروس میں جبکہ کفایۃ الُاصول کے لئے آیت اللہ گلپایگانی کے درس میں شرکت کی۔[1]

آیت اللہ سبحانی فقہ و اصول کے ساتھ فلسفہ، کلام اور تفسیر میں بھی مشغول ہوئے۔ تبریز میں شرح قواعد العقائد سید محمد بادکوبہ ای اور حوزہ علمیہ قم میں منطق، شرح منظومہ و اسفار اربعہ کے لئے علامہ طباطبائی کے دروس میں شرکت کی اور اسی دوران علامہ طباطبائی کے جمعرات و جمعہ میں تشکیل پانے والی کلاسوں میں بھی شرکت کرتے تھے۔ کتاب اصول فلسفہ و روش رئالیسم کے نشر ہونے کے بعد علامہ کی خواہش پر آپ نے اس کتاب کا عربی میں ترجمہ کیا اور اس کی پہلی جلد علامہ طباطبائی کے مقدمے کے ساتھ شایع ہوئی ہے۔[2]

علمی اور ثقافتی سرگرمیاں

آیت اللہ سبحانی تعلیم و تربیت اور ثقافتی امور میں بھی بہت زیادہ فعال ہیں۔ تدریس، درسی کتابوں کی تالیف اور موسسہ تخصصی کلام کی تاسیس اس سلسلے میں من جملہ آپ کی فعالیتوں میں سے ہیں۔

---

۱ مصباح یزدی، معارف قرآن، ۱۳۷۳ش، ص۱۶-۱۴۔

۲ سبحانی، منشور جاوید قرآن، ۱۳۸۳ش، ج۱، ص۲۴۔

تدریس

آیت اللہ سبحانی سنہ ۱۹۴۲ء سے حوزہ علمیہ کے مقدماتی دروس کی تدریس میں مشغول ہوئے اور ۷ سال کے عرصے میں مطول، معالم، لمعتین، شیخ انصاری کی کتب فرائد الاصول، مکاسب، کفایہ اور شرح منظومہ جیسی کتابوں کو کئی بار پڑھا چکے ہیں۔ آپ سنہ ۱۹۷۵ء سے فقہ و اصول کے درس خارج دینے میں مشغول ہیں۔[1]

آپ اب تک ۵ دفعہ اصول فقہ کے درس خارج کے دورے پڑھا چکے ہیں اور ہر دورہ ۶ سال میں ختم کر چکے ہیں اور اس وقت اس کے چھٹے دورے میں مشغول ہیں۔ ان دروس کے تقریرات کا ایک مکمل دورہ ۴ جلدوں میں "المحصول فی علم الأصول" اور "ارشاد العقول الی علم الاصول" کے نام سے منظر عام پر آ چکا ہے۔ آپ نے فقہ کے درس خارج میں جن ابحاث پر درس دیئے ہیں ان میں: کتاب زکات، حدود، دیات، قضاء، مضاربہ (دو بار)، مکاسب محرمہ، خیارات، ارث، طلاق، نکاح اور خمس شامل ہیں۔ اسی طرح آپ اسفار اربعہ بھی پڑھا چکے ہیں۔ آیت اللہ سبحانی عقاید، رجال، درایہ، تاریخ اسلام و تشیع، ملل و نحل، تفسیر اور ادبیات بھی پڑھانے کے ساتھ ساتھ ان علوم میں مختلف کتابیں بھی تصنیف کر چکے ہیں۔[2]

---

١ سبحانی، منشور جاوید قرآن، ۱۳۸۳ش، ج۱، ص ۲۴۔

۲ سبحانی، منشور جاوید قرآن، ۱۳۸۳ش، ج۱، ص ۲۴۔

شاگرد

آیت اللہ جعفر سبحانی کی تقریبا ۷۰ سال کی تدریس کے دوران ہزاروں شاگردوں نے آپ سے کسب فیض کئے ہیں؛ من جملہ ان میں درج ذیل افراد کا نام لیا جاسکتا ہے:

رضا استادی[1]

مہدی شب زندہ دار[2]

یوسف صانعی

علی ربانی گلپایگانی

عبدالحسین خسروپناہ

مہدی ہادوی تہرانی

درسی کتابوں کی تالیف

ایران کے اسلامی انقلاب کے بعد حوزہ علمیہ قم کی مینیجمنٹ کونسل نے بعض اسلامی علوم کے لئے درسی کتابوں کی تدوین کا فیصلہ کیا۔ اسی سلسلے میں آیت اللہ سبحانی نے اسلامی علوم کے چار شعبوں

---

١ سبحانی، منشور جاوید قرآن، ۱۳۸۳ش، ج۱، ص ۲۴۔

۲ مری، دراسات فی التفسیر الموضوعی، ۱۴۰۶ق، ص ۵۷-۵۶۔

رجال، عقاید اور فرق و مذاہب کے لئے درسی کتابیں تحریر کی۔ عقاید میں کتاب "المحاضرات فی الالهیات" (علی ربانی گلپایگانی کی کتاب "الالہیات علی ہدی الکتاب والسنّۃ والعقل" کی چار جلدوں کا خلاصہ) اسلامی مذاہب کے شعبے میں "بحوث فی الملل والنحل" آٹھ جلدوں میں تالیف کی، ان دو کتابوں کے خلاصے کے ساتھ دوسری دو کتابیں "کلیات فی علم الرجال" اور "اصول الحدیث و اِحکامہ" اس وقت حوزہ علمیہ کے درسی کتابوں میں شامل ہیں۔

امام صادق ہائر ایجوکیشن انسٹی ٹیوٹ

علم کلام میں تخصص کے لئے حوزہ علمیہ قم میں مرکز تخصصی علم کلام سنہ ۱۹۹۱ء میں آیت اللہ سبحانی کے زیر نظر تاسیس ہوا جو اس وقت حوزہ علمیہ قم میں علم کلام کے تخصص کا اصلی مرکز ہے جس میں گریجویشن سے لے کر ڈاکٹریٹ تک کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اسی طرح مجلّہ کلام اسلامی بھی اس مرکز کے توسط سے منتشر ہوتا ہے۔[1]

مکاتبات

سن ۲۰۰۷ء میں قرآن کے بارے میں "کلام محمد" کے عنوان سے میشل ہوبینک کے ساتھ عبدالکریم سروش کا انٹرویو شایع ہونے کے بعد آیت اللہ جعفر سبحانی نے سروش کے نام ایک تنقدی خط بھیجا۔ سروش کی جانب سے آیت اللہ سبحانی کے نام دو خطوط "بشر و بشیر" اور "طوطا اور مکھی" کے عنوان سے اور ان کے جواب میں آیت اللہ سبحانی کی طرف سے سروش کے نام دو خطوط "ڈاکٹر سروش اسلام کے آغوش لوٹ آئیں" اور "آیت اللہ سبحانی کا ڈاکٹر سروش کے نام دوسرا خط" کے

---

۱ مری، دراسات فی التفسیر الموضوعی، ۱۴۰۶ق، ص۵۷-۵۶۔

عنوان سے شائع ہوئے ہیں۔ سنہ ۲۰۱۲ء میں یہ خطوط "مسئلہ وحی" نامی کتاب میں شایع ہوئے ہیں۔[1]

سیاسی اور سماجی سرگرمیاں

سنہ ۱۹۶۳ء میں ۶ جون کے واقعے میں امام خمینی کی گرفتاری کے سلسلے میں آیت اللہ سبحانی ان اشخاص میں سے تھے جنہوں نے اس واقعے کی مذمت میں حوزہ علیمہ قم کے فضلاء کی جانب سے حکومت وقت کو لکھے گئے خط پر دستخط کئے۔[2] اسی طرح آپ اس وقت کے وزیر اعظم حسن علی منصور کے نام لکھے گئے خط پر بھی دستخط کرنے والوں میں سے ہیں جس میں امام خمینی اور دیگر علماء کی گرفتاری کی مذمت کی گئی تھی۔[3] آیت اللہ جعفر سبحانی نے امام خمینی کو [[ترکی]] سے نجف اشرف منتقل کئے جانے کے پر امام خمینی کی حمایت میں حوزہ علمیہ قم کے فضلاء کے ٹلگرام پر بھی دستخط کیے۔[4] آیت اللہ سبحانی نے سید مصطفیٰ خمینی کی وفات پر امام خمینی کو تعزیت پیش کی۔[5]

مجلّہ مکتب اسلام کی اشاعت

---

١ مری، دراسات فی التفسیر الموضوعی، ۱۴۰۶ق، ص۵۷-۵۶۔

٢ مری، دراسات فی التفسیر الموضوعی، ۱۴۰۶ق، ص۵۷-۵۶۔

٣ مری، دراسات فی التفسیر الموضوعی، ۱۴۰۶ق، ص۵۷-۵۶۔

٤ مری، دراسات فی التفسیر الموضوعی، ۱۴۰۶ق، ص۵۷-۵۶۔

٥ مری، دراسات فی التفسیر الموضوعی، ۱۴۰۶ق، ص۵۷-۵۶۔

آیت اللہ جعفر سبحانی آیت اللہ مکارم شیرازی، مصطفیٰ زمانی، داوود الہامی، سید ہادی خسرو شاہی، علی حجتی کرمانی، رضا گل سرخی کاشانی اور حاج آقا مجتبی عراقی کے ساتھ دار التبلیغ اسلامی کے اصل بانیوں میں سے تھے۔ یہ مرکز سنہ ۱۹۶۵ء میں دینی مبلغین کی تربیت اور مذہب کے خلاف ہونے والی سازشوں سے مقابلہ کے لئے آیت اللہ شریعت مداری کے توسط سے قم میں تاسیس ہوا تھا۔[1] آیت اللہ سبحانی اس ادارے کے ساتھ تعاونکرتے ہوئے اس میں تدریس اور تقاریر کرتے تھے۔[2]

سنہ ۱۹۵۸اور ۱۹۵۹ء کے دوران آیت اللہ سبحانی اور حوزہ علمیہ قم کے بعض فضلاء نے بعض مراجع کی زیر نگرانی مجلّہ مکتب اسلام شایع کیا۔ آیت اللہ سبحانی اس مجلے کے دائمی اہل قلم میں سے تھے۔ یہ مجلّہ اس وقت بھی آپ کی زیر نگرانی شایع ہوتا ہے۔[3] مجلس خبرگان کی رکنیت آیت اللہ سبحانی نے حوزہ علمیہ قم کے مدرسین کی جانب سے پہلوی حکومت کے خلاف جاری کئے گئے اعلامیوں پر دستخط کئے ہیں۔ ایران کے اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد مجلس خبرگان کے الیکسن میں آپ صوبہ مشرقی آذربایجان کے نمائندے کی حیثیت سے مجلس خبرگان کے رکن منتخب ہوئے۔[4]

---

۱ مری، دراسات فی التفسیر الموضوعی، ۱۴۰۶ق، ص۵۷-۵۶۔

۲ مرکز فرہنگ و معارف قرآن، دائرۃ المعارف قرآن کریم، ۱۳۸۹ش، ج۸، ص۳۶۷۔

۳ مرکز فرہنگ و معارف قرآن، دائرۃ المعارف قرآن کریم، ۱۳۸۹ش، ج۸، ص۳۶۷۔

٤ مرکز فرہنگ و معارف قرآن، دائرۃ المعارف قرآن کریم، ۱۳۸۹ش، ج۸، ص۳۶۷۔

مرجعیت

آیت اللہ سبحانی نے آیت اللہ شیخ جواد تبریزی کی وفات کے بعد ۲۰ نومبر سنہ ۲۰۰۷ء کو صوبہ آذربایجان کے بعض مؤمنین کی درخواست پر اپنی توضیح المسائل شائع کی۔

آثار اور تالیفات

تفصیلی مضمون: آیت اللہ سبحانی کے آثار کی فہرست

آیت اللہ سبحانی اسلامی علوم منجملہ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، کلام، تاریخ، فلسفہ، ملل و نحل، رجال، درایہ، علوم ادبی، تشیع کا دفاع، وہابیت پر تنقید اور دیگر موضوعات پر متعدد کتابوں کے مالک ہیں۔[1]

تفسیر موضوعی سے مراد کسی خاص موضوع سے متعلق قرآن کریم کی آیتوں میں موجود نکات اور مطالب کو بیان کرنا ہے۔ تفسیر کی اس روش میں مفسر کسی موضوع سے مربوط تمام آیات کو جو قرآن میں پراکندہ طور پر موجود ہوتی ہیں، جمع کرکے ان میں تحقیق کرتا ہے۔ سید محمد باقر صدر قرآن سے اسلامی نظریات کے استخراج کا واحد راستہ تفسیر موضوعی کو قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح آیت اللہ مصباح یزدی بھی تفسیر موضوعی کو قرآن کریم کے منظّم معارف تک پہنچنے کا مناسب طریقہ قرار دیتے ہیں۔

---

۱ مرکز فرہنگ و معارف قرآن، دائرۃ المعارف قرآن کریم، ۱۳۸۹ش، ج۸، ص۳۶۷۔

سید محمد حسین طباطبائی نے تفسیر المیزان میں تفسیر کے اسی روش کے ساتھ بہت سارے موضوعات کو مورد تحقیق قرار دیا ہے۔ اسی بنا پر آپ کو تفسیر موضوعی میں پہل کرنے والوں میں قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن آیت اللہ جعفر سبحانی کے مطابق علامہ مجلسی وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے اجمالی طور پر تفسیر موضوعی سے فائدہ اٹھایا ہے۔

بہت ساری کتابیں تفسیر موضوعی کے عنوان سے لکھی گئی ہیں؛ من جملہ ان میں آیت اللہ جعفر سبحانی کی کتاب منشور جاوید قرآن، آیت اللہ جوادی آملی کی کتاب تفسیر موضوعی قرآن کریم اور آیت اللہ مصباح یزدی کی کتاب معارف قرآن کا نام لیا جا سکتا ہے۔ بعض کتابیں کسی خاص موضوع سے مرتبط آیات تک رسائی میں آسانی کیلئے لکھی گئی ہیں جنہیں معجم موضوعی قرآن کریم کہا جاتا ہے؛ اس حوالے سے محمود رامیار کی کتاب فرہنگ موضوعی قرآن کریم اور محمد فؤاد عبد الباقی کی کتاب "المعجم المفہرس لألفاظ القرآن الکریم" کا نام لیا جا سکتا ہے۔

معانی اور اہمیت

تفسیر موضوعی سے مراد کسی خاص موضوع سے متعلق قرآن کریم کی آیتوں میں موجود نکات اور مطالب کو بیان کرنا ہے۔ کسی خاص موضوع سے متعلق قرآن کریم کی آیتوں کو جمع کرکے ان کے اندر غور و فکر کے ذریعے اس موضوع سے متعلق قرآن کے نقطہ نظر کو معلوم کرنا بھی تفسیر موضوعی کہلاتا ہے

بہت سارے مفسرین اور علوم قرآن کے ماہرین تفسیر موضوعی کی اہمیت اور ضرورت پر زور دیتے ہیں؛ سید محمد باقر صدر تفسیر موضوعی کو تفسیر ترتیبی پر فوقیت دیتے ہوئے تفسیر موضوعی کو قرآن کریم سے اسلامی نظریات کے استخراج کا واحد راستہ قرار دیتے ہی] آپ فرماتے ہیں کہ تفسیر ترتیبی

میں قرآن کے ظاہری معانی اور مفاہیم کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں سمجھ سکتے اس بنا پر مختلف موضوعات میں اسلامی نظریے کو صحیح طور پر سمجھنے میں تفسیر ترتیبی زیادہ مؤثر نہیں ہے۔اسی طرح آپ علم فقہ میں پیدا ہونے والی وسعت کو بھی معصومین کی احادیث میں موضوعی طور پر تحقیق کی مرہون منت قرار دیتے ہوئے مختلف میادین میں وسیع اور پیچیدہ مسائل کے حل کیلئے تفسیر موضوعی کے طریقے سے بہتر استفادہ کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہیں

آیت اللہ مصباح یزدی کے مطابق صرف تفسیر موضوعی اور قرآنی معارف کو منظّم انداز میں پیش کرنے کے ذریعے ہی منظّم قرآنی نظام تک پہنچ کر انحرافی نظاموں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔آیت اللہ سبحانی تفسیر موضوعی پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تفسیر موضوعی کے ذریعے علوم و معارف کے عظیم اور نئے آفاق تک رسائی حاصل کر سکتے جن تک رسائی تفسیر ترتیبی کے ذریعے ناممکن ہے۔

شیعہ برجستہ مفسر علامہ طباطبائی نے تفسیر المیزان میں بہت سارے موضوعات من جملہ توحید] امامت،] اور شفاعت] کو قرآن کریم کی روشنی میں مورد تحقیق قرار دیئے ہیں] اسی بنا پر آپ کو تفسیر موضوعی میں پہل کرنے والوں میں سے قرار دیا جاتا ہے۔

آیت اللہ جعفر سبحانی اس بات کے معتقد ہیں کہ شاید علامہ مجلسی کو اس تفسیری روش کے اپنانے والوں میں پہلی شخصیت قرار دیا جاسکتا ہے؛ کیونکہ علامہ مجلسی نے بحارالانوار میں ہر موضوع سے متعلق قرآنی آیات کو ذکر کرکے اجمالی طور پر ان کی تفسیر بھی بیان کی ہیں]آیت اللہ معرفت بھی

علامہ مجلسی کی تفسیر موضوعی کو مختلف اسلامی معارف میں قرآن کریم کی دقیق ترین اور جامع ترین تقسیم بندی قرار دیتے ہوئے اسے بے نظیر قرار دیئے ہیں۔

تفسیر منشور جاوید

بہت ساری تفسیریں تفسیر موضوعی کے تحت لکھی گئی ہیں؛اسی طرح قرآنی موضوعات پر مشتمل بہت سارے معاجم میں مختلف موضوعات سے مربوط آیات کو جمع کیا گیا ہے ذیل میں ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

آیت اللہ جعفر سبحانی کی تفسیر، منشور جاوید قرآن ۱۴ جلدوں پر مشتمل ہے جسے مصنف فارسی زبان میں پہلی موضوعی تفسیر قرار دیتے ہی۔

آیت اللہ مکارم شیرازی کی پیام قرآن ۱۰ جلد،

آیت اللہ جوادی آملی کی کتاب تفسیر موضوعی قرآن کریم ۱۷ جلد،

آیت اللہ مصباح یزدی کی کتاب، کتاب معارف قرآن جو دس موضوعات] من جملہ خداشناسی، جہان شناسی، انسان شناسی، راہ شناسی، راہنماشناسی، قرآن شناسی، اخلاق، عبادات اور فردی اور اجتماعی احکام جیسے موضوعات پر مشتمل ہے۔[1]

مذکورہ موضوعی تفاسیر کے علاوہ مختلف موضوعات سے مربوط آیات تک رسائی میں سہولت کے پیش نظر بھی بہت ساری معاجم تحریر کی گئی ہے۳] من جملہ ان میں ژول بوم کی کتاب "تفصیل

---

۱ مرکز فرہنگ و معارف قرآن، دائرۃ المعارف قرآن کریم، ۱۳۸۹ش، ج۸، ص۳۶۷۔

الآیات مصنف"، محمد فؤاد عبدالباقی کی کتاب المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم، سید محمد باقر ابطحی کی کتاب المدخل الی التفسیر الموضوعی للقرآن الکریم، محمود رامیار کی کتاب فرہنگ موضوعی قرآن، کامران فانی اور بہاء الدین خرمشاہی کی کتاب فرہنگ موضوعی قرآن مجید اور عبدالمجید معادیخواہ کی کتاب فروغ بی پایان کا نام لیا جاسکتا ہے] اسی طرح اکبر ہاشمی رفسنجانی کی کتاب فرہنگ قرآن جسے انہوں نے مرکز فرہنگ و معارف قرآن کریم کے تعاون سے تصنیف کی ہیں۔

جعفر سبحانی (ولادت: ۱۹۲۹ء) شیعہ مراجع تقلید اور حوزہ علمیہ قم کے اساتذہ میں سے ہیں۔آپ فقہ، اصول، تفسیر اور علم کلام میں مہارت رکھتے ہیں۔آیت اللہ سبحانی ایران کے اسلامی انقلاب سے پہلے دارالتبلیغ اسلامی کے مسئولین، مجلّہ مکتب اسلام کے مصنفین میں سے تھے اور انقلاب کے بعد مجلس خبرگان میں مشرقی آذربایجان کا نمائندہ رہ چکے ہیں۔اسی طرح آپ حوزہ علمیہ قم میں مرکز تخصصی کلام اسلامی کے بانی اور مختلف اسلامی علوم میں متعدد علمی آثار کے مالک ہیں۔الموجز، فروغ ابدیت، منشور جاوید (تفسیر موضوعی قرآن)، آئین وہابیت، منشور عقاید امامیہ من جملہ آپ کے قلمی آثار میں سے ہیں۔آپ کی بعض کتابیں دینی مدارس کے تعلیمی نصاب میں شامل ہیں